ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
10 تا 16 مئی 2001ء

☆ سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات! (اداریہ)
☆ جاگیرداری کے خاتمہ کی ممکنہ اسلامی صورتیں! (خطاب جمعہ)
☆ ولادت ٹیکس اور بکری ٹیکس بھی لگا دیجئے! (فکاہیہ تحریر)

احیائے دین کا کام کیسے ہو؟

......اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احیائے اسلام کی مہم کا آغاز کس طرح ہو؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ پہلے ایک ہراول دستہ وجود میں آئے جو اس کار عظیم کا عزم صمیم لے کر اٹھے۔ اور پھر مسلسل منزل کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جائے۔ اور جاہلیت کے اس بیکراں سمندر کو چیرتا ہوا آگے کی جانب رواں دواں رہے جس کی لپیٹ میں پوری دنیا آ چکی ہے۔ وہ اپنے سفر کے دوران میں اس ہمہ گیر جاہلیت سے یک گونہ الگ تھلگ بھی رہے اور یک گونہ وابستہ بھی۔ یہ ہراول دستہ جس منزل تک پہنچنا چاہتا ہے ضروری ہے کہ اسے اپنے راستے کے نقوش اور سنگ ہائے میل پوری طرح معلوم ہوں۔ جنہیں دیکھ کر وہ اپنی مہم کے مزاج وطبیعت' اپنے فرض کی حقیقت و اہمیت' اپنے مقصد کی کنہ اور اس سفر طویل کا نقطۂ آغاز پہچان سکے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسے یہ بھی شعور حاصل ہونا ضروری ہے کہ اس عالم گیر جاہلیت کے مقابلے میں اس کا موقف کیا ہے؟ کس کس پہلو میں وہ دوسرے انسانوں سے ملے' اور کس کس مقام پر ان سے جدا ہو؟ وہ خود کن خوبیوں اور صلاحیتوں کا حامل ہے؟ اور اردگرد کی جاہلیت کن کن خصوصیات و خصائل سے مسلح اور لیس ہے؟ نیز وہ اہل جاہلیت کو کیسے اسلام کی زبان میں خطاب کرے' اور کن کن مسائل و مباحث پر خطاب کرے؟ اور پھر اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ان تمام امور میں کہاں سے اور کیسے رہنمائی حاصل کرے؟

ان نقوش راہ اور سنگ ہائے میل کا تعین اور تشخص اسلامی عقیدہ کے ماخذ اولین کی روشنی میں ہو گا۔ ماخذ اولین سے ہماری مراد قرآنِ حکیم ہے۔ اس کتاب کی بنیادی تعلیمات انِ نقوشِ راہ کی نشان دہی کریں گی۔

(سید قطب شہید کی کتاب ''معالم فی الطریق'' کے اردو ترجمہ ''جادہ و منزل'' سے ایک اقتباس)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرۃ (۱۶)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝﴾

''یقیناً وہ لوگ جو کفر پر اڑ گئے ان کے لئے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں' یہ ایمان لانے والے نہیں''۔

''کفر'' کا مفہوم کسی چیز کو چھپا دینا اور دبا دینا ہے' یعنی جب انسان کے باطن میں کسی شے کے بارے میں گواہی ابھرے اور دل گواہی دے کہ یہ بات صحیح ہے' لیکن انسان کسی مصلحت کی وجہ سے اس حق بات کو ماننے سے انکار کر دے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہیں گے کہ کسی شے کی حقانیت کے انکشاف کے بعد بھی اس کو رد کر دینا کفر ہے۔ واضح رہے کہ لفظ کفر' عربی زبان میں شکر کے مقابلے میں آتا ہے۔ کسی احسان کے جواب میں انسان کے اندر جذبۂ شکر کا ابھرنا صحتِ فطرت کی علامت ہے۔ اگر انسان کے اندر کسی کی طرف سے نیکی' بھلائی اور احسان کے بعد بھی اپنے محسن کے لئے شکر کے جذبات پیدا نہیں ہوتے تو اس کا مطلب ہے اس کی فطرت اپنی اصل حالت پر برقرار نہیں رہی بلکہ مسخ ہو چکی ہے۔ لیکن اگر کسی کے احسان کے جواب میں جذبۂ شکر تو ابھرے تاہم اس جذبے کو دبا لیا جائے اور زبان سے شکر ادا نہ کیا جائے تو یہ کفر کے زمرے میں آئے گا۔

''انذار'' کا لفظی ترجمہ خبردار (warn) کرنا ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر اس کا ترجمہ ڈرانا کر دیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ خبردار کرنے کے معنی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر آگے کوئی گڑھا ہے اور ایک نابینا شخص اس کی طرف جا رہا ہے' آپ اسے پکار کر کہتے ہیں کہ دیکھنا بھئی آگے گڑھا ہے' اس سے بچ کر چلو۔ یہی درحقیقت انذار ہے کہ اس میں کسی شخص کو ہلاکت اور تباہی سے دوچار ہونے کے بارے میں خبردار و ہوشیار کیا جاتا ہے۔

کفر پر اڑ جانا اصل میں ضد م ضدا اور ہٹ دھرمی کی ایک کیفیت ہے جسے قرآن حکیم نے ''شقاق'' کہا ہے۔ ذاتی عصبیت' تکبر' بغض اور عناد کی بناء پر جب کوئی کفر پر اڑ چکا ہو تو اب اس کے حق میں ہر دلیل' ہر انذار اور افہام و تفہیم کی ہر کوشش بے سود ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسا شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں نے حق کو قبول کر لیا اور اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا تو میری چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور میرے قبیلے والے کیا کہیں گے؟ یہی عصبیت تھی جس نے سردارانِ قریش کو حق کی طرف نہیں آنے دیا۔ حضور ﷺ کے بدترین دشمن ابوجہل اور ابولہب حق کو پہچان چکے تھے' لیکن ذاتی عصبیت' تکبر اور عناد نے انہیں آخری وقت تک حق کو تسلیم کرنے سے روکے رکھا۔ علاوہ ازیں یہی معاملہ علمائے یہود کا تھا جن کے دل گواہی دیتے تھے کہ حضور ﷺ سچے نبی ہیں لیکن وہ پھر بھی حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے سازشیں اور ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ اس آیت میں ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کو جو ضد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر کفر پر اڑ چکے ہیں' انہیں خبردار کرنا یا نہ کرنا برابر ہے' کیونکہ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ اعاذنا اللہ من ذلک!

چوهدری رحمت الله بٹر

صراطِ مستقیم

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ : ((ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَعَلٰی جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِيْهِمَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ وَعَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُرْخَاةٌ وَعَلٰی بَابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَّقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ ادْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِيْعًا وَّلَا تَتَفَرَّجُوْا وَدَاعٍ يَّدْعُوْ مِنْ جَوْفِ الصِّرَاطِ فَاِذَا اَرَادَ يَفْتَحُ شَيْئًا مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَيْحَكَ لَا تَفْتَحْهُ فَاِنَّكَ اِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ وَالصِّرَاطُ الْاِسْلَامُ وَالسُّوْرَانِ حُدُوْدُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْاَبْوَابُ الْمُفَتَّحَةُ مَحَارِمُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَذٰلِكَ الدَّاعِیْ عَلٰی رَاْسِ الصِّرَاطِ كِتَابُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَالدَّاعِیْ فَوْقَ الصِّرَاطِ وَاعِظُ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ)). [رواہ احمد]

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کو ایک مثال سے واضح کیا ہے کہ ایک راستہ جس کے دونوں جانب دیواریں ہوں اور ان دیواروں میں کچھ دروازے ہیں' جو کھلے ہوئے ہیں' لیکن اُن پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ راستے کے شروع میں ایک پکارنے والا ہے جو ندا لگا رہا ہے کہ لوگو! سیدھے راستے پر گامزن رہو اور اس میں ٹیڑھ نہ اختیار کرو اور راستے کے اوپر ایک پکارنے والا ہے' جب کوئی شخص ان دروازوں سے پردہ ہٹانا چاہتا ہے تو وہ اسے متنبہ کرتا ہے کہ تیری بربادی ہو' ان پردوں کو نہ ہٹا! اگر تُو نے پردہ ہٹایا تو اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے تفصیل بیان کی کہ سیدھا راستہ دینِ اسلام ہے' اور اس کی دیواروں میں جو دروازے ہیں وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں' اور ان چیزوں پر پردے اللہ کی حدود ہیں' اور راستہ کے شروع میں متنبہ کرنے والا قرآن ہے' اور اوپر سے پکارنے والا وہ واعظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن بندے کے دل میں رکھا ہوا ہے''۔

اس حدیث مبارکہ میں دو چیزیں بہت توجہ کے قابل ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ جہاں قرآن مجید میں حدود کو بیان کرتے ہیں وہاں تقویٰ کی بہت تاکید ہوتی ہے اور تقویٰ کا اصل مفہوم بھی ان حدود کے قریب جانے سے بچنا ہی ہے۔ اور بہت سی جگہوں پر تو واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی حدود کے قریب مت جاؤ' کیونکہ جو کوئی حدود کے قریب جائے گا تو احتمال ہے کہ حدود اللہ کو پھلانگ جائے گا اور جب انسان حرام چیزوں میں ملوث ہو جاتا ہے تو پھر واپس پلٹنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کا نفس سرکشی کا عادی ہو جاتا ہے۔

دوسری بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ بندۂ مؤمن کے اندر جو رُوحِ ربانی ہے وہ ایمان لانے سے قوی ہوتی ہے اور یہی قوت ہے جو اسے ہر وقت اللہ کی نافرمانی سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور یہ بہت بڑی قوت ہے جو برائی سے روکنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر بندۂ مؤمن کو قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی توفیق دے کہ یہ دونوں داعی اسے فرمانبرداری پر قائم رکھیں!

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

جلد 10 شمارہ 16

10 تا 16 مئی 2001ء

(۱۵ تا ۲۱ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' مرزا ندیم بیگ
نعیم اختر عدنان ' سردار اعوان
انور کمال میو

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

زر تعاون (اندورن پاکستان) :

سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زر تعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ عاکف سعید

سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات!

ملکی معیشت جس زبوں حالی سے دوچار ہے اس سے کون واقف نہیں۔قومی دولت کو شیر مادر کی طرح ہڑپ کرنے والے مگرمچھوں کے پیٹ سے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود حکومت جو کچھ تا حال اگلوا سکی ہے ملکی ضروریات کے تناظر میں اسے اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔لہٰذا حکومت کی اصل توجہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے مزید سودی قرضوں کے حصول کی جانب ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ ان خون آشام عالمی مالیاتی استعماری اداروں کی عائد کردہ تمام شرائط کو پورا کیا جائے خواہ اس کے لئے عوام کی ایک عظیم اکثریت کو خطِ غربت سے نیچے دھکیلنا اور ان کے خون کے آخری قطرہ تک کو نچوڑنا پڑے۔ستم بالائے ستم یہ کہ قومی عزت و وقار کو داؤ پر لگا کر اور عوام کی توقعات اور امنگوں کا خون کر کے ڈیفالٹ کے ''مہیب'' خطرے سے بچنے کی خاطر اور بے پناہ غیر ترقیاتی بلکہ غیر ضروری حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کی غرض سے شب و روز کی منتوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والے سودی قرض کو ایک بڑی کامیابی گردانا جاتا اور اس پر خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ یہ معاملہ صرف موجودہ حکومت کا نہیں ہے بلکہ بے نظیر اور نواز شریف کے ادوارِ حکومت میں بھی یہی احمقانہ طرزِ عمل اختیار کیا جاتا رہا —— ہماری مثال اس عاقبت نا اندیش شخص کی سی ہے جو اپنی فضول خرچ اور لا ابالی طبیعت کے باعث اپنی تنخواہ مہینے کے ابتدائی چند دنوں میں اڑا کر گھر کے نظام کو چلانے کے لئے سودی قرض لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور پھر قرض کی مے پینے کی عادت اس درجے پختہ ہو جاتی ہے کہ قرض اتارنے کی خاطر مزید سودی قرض لے لے کر قرض کے بندھن میں اس طرح جکڑا جاتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنا کل اثاث البیت گروی رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے بلکہ مزید قرضوں کے حصول کے لئے اپنا وقار اور عزت و آبرو ہر شے کو داؤ پر لگانے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے لیکن اپنے اہل خانہ کو مٹی میں رلتے اور فقر و فاقہ سے بلکتے ہوئے دیکھ کر خود اپنی فضول خرچی اور اللوں تللوں میں کسی کمی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ ساری صورتحال اسے اس درجہ مخبوط الحواس بنا دیتی ہے کہ وہ قرض کے اس چنگل سے نکلنے کی کسی معقول تجویز پر دھیان دینے کی بجائے بدترین شرائط پر ملنے والے سودی قرض پر خوشی کے شادیانے بجاتا اور اسے اپنی کامیابی قرار دیتا ہے —— ایسے شخص کو صحیح الدماغ کون تسلیم کرے گا' دنیا اسے احمق' پاگل اور مخبوط الحواس ہی قرار دے گی۔

آج کل بدقسمتی سے پاکستانی قوم کو بھی حکومتی ایوانوں سے عالمی مالیاتی استعمار کی جانب سے قرضوں کے حصول میں کامیابی کی نوید فخریہ انداز میں سنائی جا رہی ہے۔ ہمارے ارباب حل و عقد کو کون سمجھائے کہ یہ قرضے ہمارے لئے باعث ذلت اور نحوست ہیں' یہ ہرگز کسی خیر کا پیش خیمہ نہیں بن سکتے۔یہ ملکی معیشت کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعے قرضوں کے ناقابل برداشت بوجھ تلے سسکتی ہوئی معیشت مزید ابتری سے دوچار ہو گی۔شرم کا مقام ہے کہ ان قرضوں کے حصول کے لئے مالیاتی استعمار کی شرائط پورا کرنے کی خاطر اپنی تہذیب' اپنے تمدن' اپنی اقدار حتیٰ کہ دین و ایمان سب کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہیں۔ان قرضوں کا زیادہ سے زیادہ فائدہ یہ ہو گا کہ ہم عارضی طور پر ڈیفالٹ قرار دیئے جانے کے خطرے سے بچ جائیں گے جسے ہم نے خواہ مخواہ دوسروں کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر ہوّا بنا رکھا ہے' تاہم ڈیفالٹ کی تلوار ہمارے سروں پر مسلسل معلق ہی رہے گی یا پھر یہ کہ ان بیرونی قرضوں کے ذریعے ہمارے معاشرے کا ایک محدود طبقہ جو پہلے ہی ملکی دولت اور وسائل پر قابض ہے' اپنے اللوں تللوں اور تعیشات کا مزید سامان کر سکے گا' عوام الناس پہلے بھی محرومین میں شامل تھے آئندہ بھی محرومین کی صف میں شامل رہیں گے بلکہ محروم تر ہوتے چلے جائیں گے۔گویا ان نحوست زدہ قرضوں کی افادیت کا دائرہ زیادہ سے زیادہ چند افراد تک محدود رہے گا بقیہ پوری قوم کے لئے یہ مرگِ مفاجات ہی ثابت ہوں گے۔

ع سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات!

سچی بات یہ ہے کہ جو حکومت ملکی وقار کا دھیلا کر دینے والے سودی قرضوں کی لعنت سے بچنے اور اپنے وسائل پر انحصار کرنے کی صلاحیت سے عاری ہو' خواہ وہ جمہوری حکومت ہو یا فوجی آمریت' وہ ہرگز حکومت کرنے کا استحقاق نہیں رکھتی۔آخر ہمیں کب عقل آئے گی کہ موجودہ سودی نظام برقرار رکھ کر اور عالمی مالیاتی اداروں سے پے بہ پے قرضوں کے حصول کے ذریعے ہم قیامت تک ملکی معیشت کی بحالی اور استحکام کی منزل کو نہیں پا سکتے۔اس منزل کے حصول کا راز صرف اور صرف خود ڈیفالٹ کر جانے اور سودی نظام کے مکمل خاتمے میں مضمر ہے۔

جاگیرداری کے خاتمہ کی ازروئے شریعت ممکنہ صورتیں!

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ۴ مئی کے خطاب جمعہ میں مسئلہ ملکیت زمین اور جاگیرداری نظام کے خاتمے کی ممکنہ صورتوں پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا کہ یکم مئی کو مانسہرہ میں ''مزدور کسان اتحاد'' کے زیراہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام میں محترم ڈاکٹر صاحب اس موضوع پر اپنے انقلابی افکار کو ایک مفصل تقریر کی صورت میں پیش فرما چکے ہیں۔ امیر تنظیم اس باب میں جو رائے رکھتے ہیں یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس میں اپنوں کی خفگی کا اندیشہ موجود ہے اسے ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ اس موضوع پر امیر تنظیم کی بعض تحریروں پر مشتمل ایک کتابچہ بھی حال ہی میں مکتبہ مرکزی انجمن نے ''اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت اور موجودہ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کے خاتمے کی صورت'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس ضمن میں امیر تنظیم کے افکار و خیالات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

یہ بات تو پاکستان کا ہر عاقل و بالغ شہری' اور ہر صاحب دانش و بینش انسان جانتا ہے کہ جب تک یہاں سے جاگیرداری اور بڑی زمینداری کا خاتمہ نہیں ہوتا نہ یہ ملک ترقی کر سکتا ہے' نہ یہاں عوامی فلاح و بہبود کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے' اور نہ ہی حقیقی معنی میں عوامی سیاست جڑ پکڑ سکتی ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ جاگیرداروں سے ان کی جاگیریں اور بڑے زمینداروں سے ان کی فاضل زمینیں کس اصول کے تحت واپس لی جائیں؟ اس لئے کہ خواہ کسی اور معاملے میں یہاں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا سوال نہ اٹھایا جاتا ہو' اور شریعت اسلامی کے اوامر و نواہی کو پوری شان استغناء کے ساتھ نظر انداز کر دیا جاتا ہو' جب بھی جاگیرداری اور زمینداری کا مسئلہ سامنے آتا ہے فوراً شریعت کی ڈھال سامنے کر دی جاتی ہے اور اصول ملکیت اور اس کے جملہ لوازم کے ضمن میں اسلام کے خالص فقہی تصورات کی پناہ لے لی جاتی ہے۔

> **اسلام کی رو سے زمین کی ملکیت کا حق اسے حاصل ہے جو اسے خود کاشت کرے**

چنانچہ بعض لوگوں کو یہ تک کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ اصل میں پاکستان بنایا ہی نوابوں' وڈیروں' جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں نے تھا' اور ان کے پیش نظر قیام پاکستان سے صرف اپنے مفادات اور اپنی مراعات کے تحفظ کا مقصد تھا جو تاحال باحسن وجوہ پورا ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ انڈین نیشنل کانگریس ایک جانب خود بھی عوامی جماعت تھی' اور دوسری جانب اس کی قیادت پر سوشلزم کے نظریات اور تصورات کا غلبہ تھا' جبکہ مسلم لیگ بنیادی طور پر نوابوں اور نواب زادوں اور ''سروں'' اور خان بہادروں کی جماعت تھی' جنہوں نے اسلام کے نعرے کو صرف اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر استعمال کیا۔ چنانچہ نتیجہ بھی عملی طور پر یہی نکلا کہ بھارت میں زمینداری آزادی کے فوراً بعد ختم کر دی گئی' جبکہ پاکستان میں فیوڈل لارڈز تاحال کوس لمن الملک بجا رہے ہیں۔ اگرچہ ان لوگوں کا یہ نظریہ تاحال تو ''مطابق واقعہ'' ہونے کی بناء پر بظاہر بہت درست نظر آتا ہے' لیکن اس کی جڑ اس حقیقت واقعی سے کٹ جاتی ہے کہ نہ مصور و مفکر و مجوز پاکستان علامہ اقبال جاگیردار یا زمیندار تھے' نہ ہی بانی و معمار و موسس پاکستان محمد علی جناح اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ سوال جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے محض خیالی یا وہمی نہیں بلکہ واقعی اور حقیقی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس سوال کا جواب حاصل کرنا ہے کہ جاگیردارانہ نظام سے چھٹکارے کی ازروئے شریعت کیا صورت ہے؟

اس ضمن میں اولین حقیقت جو پیش نظر رہنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ قانونی اور فقہی سطح پر اسلام میں انسانی ملکیت کا تصور یقیناً موجود ہے' چنانچہ اسی پر وراثت' زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ و نافلہ وغیرہ کے جملہ فقہی احکام مترتب ہوتے ہیں' تاہم واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی اساسی اور ایمانی تعلیمات کے مطابق یہ حق ملکیت اتنا مطلق' اتنا مقدس اور عرف عام میں اتنا ''گاڑھا'' نہیں ہے جتنا کہ سرمایہ دارانہ معیشت کے علمبردار خیال کرتے ہیں' بلکہ اس کی اصل حیثیت صرف ''حق و منع تصرف'' کی ہے' یعنی کسی شے کے استعمال کا حق کسی ایک شخص معین کو حاصل ہو اور باقی سب کے لئے ممنوع ہو جائے!

چنانچہ قرآن حکیم کی اساسی تعلیمات کے مطابق کوئی انسان کسی دوسری شے تو کیا خود اپنے جسم و جان کا بھی مالک نہیں ہے' بلکہ اس کے وجود سمیت کائنات کی ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور جسم و جان' زمین و مکان' مال و منال اور آل و اولاد سمیت ہر شے جو کسی بھی انسان کو

> **اسلام میں مزارعت کی حرمت پر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا فتویٰ موجود ہے**

حاصل ہوتی ہے اس کی ملکیت کی نہیں بلکہ اس کے پاس اللہ کی ایک مقدس امانت کی حیثیت رکھتی ہے' بقول شیخ سعدی

این امانت چند روزہ نزد ماست
درحقیقت مالک ہر شے خدا ست

لہٰذا ان اشیاء کے استعمال کا حق اور ان میں تصرف کا اختیار تو انسان کو حاصل ہے لیکن صرف ان قوانین و قواعد کے مطابق اور ان حدود و قیود کے اندر اندر جو مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے معین فرما دیئے ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس ''سرمایہ دارانہ'' ذہنیت کی مکمل عکاسی قرآن حکیم میں حضرت شعیبؑ کی قوم کے لوگوں کے اس قول کی صورت میں کر دی گئی ہے: ''اَنْ نَّفْعَلَ فِیْ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا'' کہ ''ہم تصرف کریں اپنے اموال میں جیسے بھی ہم چاہیں!'' (ہود: ۸۷) بہرحال اسلام اس نوع کے مطلق اور مقدس حق ملکیت کا ہرگز قائل نہیں' اس کے نزدیک انسانوں کو جو حق ملکیت حاصل ہے وہ مقید اور محدود ہے۔

پھر خاص طور پر زمین کے ضمن میں یہ معاملہ ایک قدم مزید آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور...... اگرچہ ''اِنَّ الْاَرْضَ

لِلّٰہِ" یعنی "یقیناً زمین اللہ ہی کی ملکیت ہے!" (الاعراف: ۱۲۸) اور "وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ" "یعنی" زمین کو اس نے بچھا دیا تمام مخلوقات کے لئے!" (الرحمٰن: ۱۰) اور "هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" "یعنی "وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے سب کچھ جو زمین میں ہے!" (البقرۃ: ۲۹) اور اس مضمون کی دوسری بے شمار آیات سے زمین کی ذاتی ملکیت کے خلاف کوئی قانونی اور فقہی دلیل تو نہیں اخذ کی جا سکتی' تاہم ایک رہنما اصول

اسلام کے نزدیک انسانوں کو جو حق ملکیت حاصل ہے وہ مقید اور لامحدود ہے

ضرور حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین کے بارے میں یہ شرعی ضابطہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی قطعۂ زمین کا "مالک" اسے تین سال تک بے کار پڑا رہنے دے اور اس میں کاشت نہ کرے تو اس کا "حق ملکیت" خود بخود ختم ہو جائے گا اور زمین ضبط کر لی جائے گی۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر نہایت حسین و لطیف نکتہ وہ ہے جو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بیان فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میرے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے!" لہٰذا پوری زمین کو "وقف" کی حیثیت حاصل ہے' اس لئے کہ مسجد وقف ہوتی ہے۔ (چنانچہ جملہ اوقاف کے مانند مسجد کے بھی صرف "متولی" ہوتے ہیں' مالک کوئی نہیں ہوتا!)

مزید برآں ہم اہل پاکستان کی حد تک اس مشکل مسئلے کا مکمل حل امیر المومنین اور "خلیفۃ خلیفۃ الرسول ﷺ" حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد میں موجود ہے جو آپؓ نے عراق' شام' ایران اور مصر کے مفتوحہ ممالک کی اراضی کے بارے میں کیا تھا اور جس پر ابتدائی رد و قدح اور بحث و نزاع کے بعد "اجماع" ہو گیا تھا اور جس کی بنیاد پر شریعت اسلامی میں اراضی کی دو مستقل قسمیں قرار پا گئیں' یعنی (۱) عشری جو انفرادی ملکیت میں ہوتی ہے اور جس کی پیداوار سے صرف عشر یعنی دسواں حصہ یا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ اور (۲) خراجی جو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت یا بالفاظ دیگر بیت المال کی ملکیت ہوتی ہے اور جس کی پیداوار میں سے کم و بیش نصف کی حد تک "خراج" کی صورت میں بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔

یہ واقعہ قاضی ابو یوسفؒ نے اپنی مشہور زمانہ تالیف "کتاب الخراج" میں' جو انہوں نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر تالیف فرمائی تھی' نہایت عمدہ اور مفید تفاصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ ان مفتوحہ علاقوں کے بارے میں ایک رائے یہ تھی کہ ان کی تمام زمینیں جملہ باشندوں سمیت "مال غنیمت" کی حیثیت رکھتی ہیں' نہیں اس قانون غنیمت کے مطابق جو سورۃ الانفال میں بیان ہوا ہے (آیت ۴۱) مجاہدین میں تقسیم کر دیا جانا چاہئے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کا صرف پانچواں حصہ بیت المال کی ملکیت قرار پاتا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہو جاتے اور اس طرح تمام اراضی انفرادی جاگیریں بن جاتیں اور اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ تاریخ انسانی کا بدترین جاگیردارانہ نظام قائم ہو جاتا' بلکہ ان ممالک کے تمام باشندے مسلمانوں کے شخصی "غلام" بن جاتے۔ حضرت عمرؓ کے اس ذوق سلیم اور فہم عمیق نے اس صورت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا' جس کی بناء پر نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ: "حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے!" اور "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے!" چنانچہ ان کے انقلابی و اجتہادی مزاج اور عمیق اور مجتہدانہ فہم قرآن نے فیصلہ کیا کہ اموال غنیمت کا اطلاق صرف ان اموال منقولہ پر کیا جائے جو عین موقع جنگ پر حاصل ہوں' جیسے ہتھیار' سامان رسد اور گھوڑے اور اونٹ

ماضی قریب کی تاریخ میں ہندوستان کے اکثر علماء و فقہاء کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ یہاں کی اراضی عشری نہیں خراجی ہیں

اور دوسرے مال مویشی وغیرہ جبکہ اراضی اور دیگر اموال غیر منقولہ کو "مال "فے" قرار دیا جائے جس کا حکم سورۃ الحشر کی آیات ۶ تا ۱۰ میں بیان ہوا ہے یعنی یہ سب مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار پائیں اور ان کی آمدنی عوام کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ ہو اور دفاع ملی اور دیگر امور مملکت میں بھی صرف ہو۔ بہر صورت کسی کی بھی انفرادی ملکیت تصور نہ ہو۔

پاکستان سے جاگیرداری نظام کے خاتمہ کا ہمارے دین کے مطابق طریقہ یہ ہو گا کہ پہلے اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا تاریخی فیصلے کی روشنی میں یہ بات بآسانی کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان کی اراضی خراجی ہیں جن کا نیا بندوبست حکومت جب چاہے جیسے چاہے کر سکتی ہے۔ میں خود اسی رائے کا حامل ہوں اور ماضی قریب کی تاریخ میں ہندوستان کے اکثر علماء و فقہاء کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ یہاں کی اراضی عشری نہیں خراجی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے عظیم مفسر' محدث اور فقیہہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تالیف "مالا بدمنہ" میں جسے فقہ حنفی کے ابتدائی قاعدے کی حیثیت سے تمام مدارس عربی میں پڑھایا جاتا ہے' صاف تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ اس ملک کی زمینیں عشری نہیں (بلکہ خراجی) ہیں لہٰذا اس کتاب میں عشر کے احکام بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ ملک سے جاگیرداری کی لعنت کے خاتمہ کے لئے اس صورت میں ضروری ہو گا کہ ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کر کے جن کاشتکاروں کو یہ زمین دی جائے ان سے خراج لیا جائے۔ البتہ اگر ان زمینداروں کی بھی اشک شوئی کے لئے حکومت کچھ اقدامات کر سکے جن سے یہ زمینیں لی جائیں گی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ مزید برآں اگر پاکستان کی زمینوں کو خراجی تسلیم کر لیا جائے تو ۱۹۹۰ء میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ کا قزلباش کیس میں دیا گیا فیصلہ خود بخود کالعدم ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ فیصلہ اسی صورت میں قانونی طور پر قابل تنفیذ ہے جبکہ یہاں کی زمینوں کو عشری تسلیم کیا جائے۔ تاہم میرے نزدیک بالفرض پاکستان کی زمینوں کو عشری تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض علماء کرام کا خیال ہے تو بھی از روئے شریعت یہاں سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ اسلام میں مزارعت کی حرمت پر امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا فتویٰ موجود ہے جبکہ امام شافعیؒ بھی مزارعت کی حرمت کے قائل ہیں تاہم آپؒ کے نزدیک صرف باغات کے تحت جو اراضی ہوں ان میں مزارعت کا معاملہ کیا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام کی رو سے زمین کی ملکیت کا حق اسے حاصل ہے جو اسے خود کاشت کرے۔ یوں اسلام نے موروثی جاگیرداری نظام کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی۔

ان گزارشات کی روشنی میں ان علمائے کرام سے جو جاگیرداری کے جواز کا فتویٰ دے کر اس ظالمانہ نظام کی

انسان کے وجود سمیت ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے

پشت پناہی کا سبب بن رہے ہیں' میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ دور حاضر کے تقاضوں کو سمجھیں اور پاکستان سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کے نظام کے خاتمہ کے ضمن میں حق پرستی کا ثبوت دیں۔

آخر میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے تحریک پاکستان کے کارکن مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کی ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کی گئی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔

لِلّٰہِ" یعنی 'یقیناً زمین اللہ ہی کی ملکیت ہے!'' (الاعراف: ۱۲۸) اور 'وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ' یعنی ''زمین کو اس نے بچھا دیا تمام مخلوقات کے لئے!'' (الرحمٰن: ۱۰) اور ''هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا'' یعنی ''وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لئے سب کچھ جو زمین میں ہے!'' (البقرۃ:۲۹) اور اس مضمون کی دوسری بے شمار آیات سے زمین کی ذاتی ملکیت کے خلاف کوئی قانونی اور فقہی دلیل تو نہیں اخذ کی جاسکتی' تاہم ایک رہنما اصول

اسلام کے نزدیک انسانوں کو جو حق ملکیت حاصل ہے وہ مقید اور لامحدود ہے

ضرور حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین کے بارے میں یہ شرعی ضابطہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی قطعۂ زمین کا 'مالک' اسے تین سال تک بے کار پڑا رہنے دے اور اس میں کاشت نہ کرے تو اس کا ''حق ملکیت'' خود بخود ختم ہو جائے گا اور زمین ضبط کر لی جائے گی۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر نہایت حسین و لطیف نکتہ وہ ہے جو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بیان فرمایا ہے کہ چونکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میرے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے!'' لہٰذا پوری زمین کو 'وقف' کی حیثیت حاصل ہے' اس لئے کہ مسجد وقف ہوتی ہے۔ (چنانچہ جملہ اوقاف کے مانند مسجد کے بھی صرف ''متولی'' ہوتے ہیں' مالک کوئی نہیں ہوتا!)

مزید برآں ہم اہل پاکستان کی حد تک اس مشکل مسئلے کا مکمل حل امیر المومنین اور ''خلیفۃ خلیفۃ الرسول ﷺ'' حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد میں موجود ہے جو آپؓ نے عراق' شام' ایران اور مصر کے مفتوحہ ممالک کی اراضی کے بارے میں کیا تھا اور جس پر ابتدائی رد و قدح اور بحث و نزاع کے بعد 'اجماع' ہو گیا تھا اور جس کی بنیاد پر شریعت اسلامی میں اراضی کی دو مستقل قسمیں قرار پا گئیں' یعنی (۱) عشری جو انفرادی ملکیت میں ہوتی ہے اور جس کی پیداوار سے صرف عشر یعنی دسواں حصہ یا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔ اور (۲) خراجی جو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت یا بالفاظ دیگر بیت المال کی ملکیت ہوتی ہے اور جس کی پیداوار میں سے کم و بیش نصف کی حد تک ''خراج'' کی صورت میں بیت المال میں داخل ہوتا ہے۔

یہ واقعہ قاضی ابو یوسفؒ نے اپنی مشہور زمانہ تالیف ''کتاب الخراج'' میں' جو انہوں نے عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر تالیف فرمائی تھی' نہایت عمدہ اور مفید تفاصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ ان مفتوحہ علاقوں کے بارے میں ایک رائے یہ تھی کہ ان کی تمام زمینیں جملہ باشندوں سمیت ''مال غنیمت'' کی حیثیت رکھتی ہیں' بنہیں اس قانون غنیمت کے مطابق جو سورۃ الانفال میں بیان ہوا ہے (آیت ۴۱) مجاہدین میں تقسیم کر دیا جانا چاہئے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کا صرف پانچواں حصہ بیت المال کی ملکیت قرار پاتا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہو جاتے اور اس طرح تمام اراضی انفرادی جاگیریں بن جاتیں اور اس کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ تاریخ انسانی کا بدترین جاگیردارانہ نظام قائم ہو جاتا' بلکہ ان ممالک کے تمام باشندے مسلمانوں کے شخصی ''غلام'' بن جاتے۔ حضرت عمرؓ کے اس ذوق سلیم اور فہم عمیق نے اس صورت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا' جس کی بناء پر نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ: ''حق عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے!'' اور ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے!'' چنانچہ ان کے انقلابی و اجتہادی مزاج اور عمیق اور مجتہدانہ فہم قرآن نے فیصلہ کیا کہ اموال غنیمت کا اطلاق صرف ان اموال منقولہ پر کیا جائے جو عین موقع جنگ پر حاصل ہوں' جیسے ہتھیار' سامان رسد اور گھوڑے اور اونٹ

ماضی قریب کی تاریخ میں ہندوستان کے اکثر علماء و فقہاء کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ یہاں کی اراضی عشری نہیں خراجی ہیں

اور دوسرے مال مویشی وغیرہ جبکہ اراضی اور دیگر اموال غیر منقولہ کو 'مال ''فے'' قرار دیا جائے جس کا حکم سورۃ الحشر کی آیات ۶ تا ۱۰ میں بیان ہوا ہے یعنی یہ سب مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت قرار پائیں اور ان کی آمدنی عوام کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ ہو اور دفاع ملی اور دیگر امور مملکت میں بھی صرف ہو۔ بہر صورت کسی کی بھی انفرادی ملکیت تصور نہ ہو۔

پاکستان سے جاگیرداری نظام کے خاتمہ کا ہمارے دین کے مطابق طریقہ یہ ہو گا کہ پہلے اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا تاریخی فیصلے کی روشنی میں یہ بات با آسانی کہی جاسکتی ہے کہ پاکستان کی اراضی خراجی ہیں' جن کا نیا بندوبست حکومت جب چاہے جیسے چاہے کر سکتی ہے۔ میں خود اسی رائے کا حامل ہوں اور ماضی قریب کی تاریخ میں ہندوستان کے اکثر علماء و فقہاء کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ یہاں کی اراضی عشری نہیں خراجی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے عظیم مفسر' محدث اور فقیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تالیف ''مالا بدمنہ'' میں جسے فقہ حنفی کے ابتدائی قاعدے کی حیثیت سے تمام مدارس عربی میں پڑھایا جاتا ہے' صاف تحریر فرمایا ہے کہ چونکہ اس ملک کی زمینیں عشری نہیں (بلکہ خراجی) ہیں لہٰذا اس کتاب میں عشر کے احکام بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ ملک سے جاگیرداری کی لعنت کے خاتمہ کے لئے اس صورت میں ضروری ہو گا کہ ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کر کے جن کاشتکاروں کو یہ زمین دی جائے ان سے خراج لیا جائے۔ البتہ اگر ان زمینداروں کی بھی اشک شوئی کے لئے حکومت کچھ اقدامات کر سکے جن سے یہ زمینیں لی جائیں گی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ مزید برآں اگر پاکستان کی زمینوں کو خراجی تسلیم کر لیا جائے تو ۱۹۹۰ء میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ کا قزلباش کیس میں دیا گیا فیصلہ خود بخود کالعدم ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ فیصلہ اسی صورت میں قانونی طور پر قابل تنفیذ ہے جبکہ یہاں کی زمینوں کو عشری تسلیم کیا جائے۔ تاہم میرے نزدیک بالفرض پاکستان کی زمینوں کو عشری تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ بعض علماء کرام کا خیال ہے تو بھی از روئے شریعت یہاں سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا خاتمہ ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ اسلام میں مزارعت کی حرمت پر امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا فتویٰ موجود ہے جبکہ امام شافعیؒ بھی مزارعت کی حرمت کے قائل ہیں تاہم آپؒ کے نزدیک صرف باغات کے تحت جو اراضی ہوں ان میں مزارعت کا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام کی رو سے زمین کی ملکیت کا حق اسے حاصل ہے جو اسے خود کاشت کرے۔ یوں اسلام نے موروثی جاگیرداری نظام کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی۔

ان گزارشات کی روشنی میں ان علمائے کرام سے جو جاگیرداری کے جواز کا فتویٰ دے کر اس ظالمانہ نظام کی

انسان کے وجود سمیت ہر شے کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے

پشت پناہی کا سبب بن رہے ہیں' میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ دور حاضر کے تقاضوں کو سمجھیں اور پاکستان سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کے نظام کے خاتمہ کے ضمن میں حق پرستی کا ثبوت دیں۔

آخر میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے تحریک پاکستان کے کارکن مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم کی ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کی گئی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے اجتماعی دعا کرائی۔

امریکہ چین کشمکش اور پاکستان....(2)

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

گزشتہ ہفتے کے کالم "امریکہ چین کشمکش اور پاکستان" سے بعض قارئین نے یہ تاثر لیا ہے کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی بڑی جامد شے ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ حقیقت میں جو چیز واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی وہ یہ تھی کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی افراد کی تبدیلی کے ساتھ راتوں رات تبدیل نہیں ہوتی اور کسی فرد کی ذاتی رائے سے اس میں اکھاڑ پچھاڑ نہیں کی جا سکتی۔ البتہ ریپبلکنز اور ڈیموکریٹس کے مزاج میں فرق ہے۔ اول الذکر جارحانہ مزاج کے حامل ہوتے ہیں اور حکومتوں کی تبدیلی کے ساتھ مزاج کا یہ فرق واضح نظر آتا ہے۔ عوام بھی اس فرق کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لہذا جب وہ جارحانہ خارجہ پالیسی کے خواہش مند ہوتے ہیں تو ری پبلکن امیدوار کے حق میں ووٹ دیتے ہیں۔ اس وقت صحیح صورت حال یہ ہے کہ صدر بش نیو ورلڈ آرڈر کے حوالے سے کلنٹن کے دور کی ترتیب دی گئی پالیسی کو زیادہ جارحانہ انداز میں اور نسبتاً تیزی سے نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری رائے میں امریکہ کا یہ جارحانہ انداز خود اس کے لئے مفید ثابت نہیں ہوگا اور اسے کلنٹن کے دھیمے انداز کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حال ہی میں امریکہ نے چین کے ساتھ ہر قسم کا فوجی تعاون ختم کرنے کا اعلان کیا لیکن پھر یہ کہہ دیا کہ یہ احکامات غلطی سے جاری کر دیئے گئے تھے۔

آئیے دیکھیں کہ کلنٹن دور میں امریکی خارجہ پالیسی کن بنیادوں پر استوار کی گئی تھی۔ جہاں تک ہنگٹن کی اس تھیوری کا تعلق ہے کہ مستقبل میں زرد تہذیب اور مسلم تہذیب سفید تہذیب (جدید یورپی و امریکی تہذیب) سے متصادم ہوں گی تو امریکی حکومتیں عرصہ ہوا اس تھیوری کو تسلیم کر کے اپنی پالیسیاں ترتیب دے رہی تھیں۔ سابقہ امریکی حکومت نے زرد تہذیب میں سے چین کو اور مسلم تہذیب میں سے افغانستان، ایران اور پاکستان کو مسلم بنیاد پرست کی حیثیت سے خاص طور پر مارک کیا اور اسی حوالے سے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد پالیسیاں ترتیب دی گئیں۔ لہذا ایک طرف چین کو اقتصادی مراعات دی گئیں جبکہ دوسری طرف چین کا محاصرہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ پروگرام یہ تھا اور ہے کہ بھارت کو علاقے کا چوہدری بنا دیا جائے۔ اسے عسکری اور دفاعی لحاظ سے انتہائی طاقتور بنا دیا جائے اور علاقے کے تمام ممالک بشمول پاکستان کو اس کے جونیئر پارٹنر یا صحیح تر الفاظ میں اس کے دست نگر بنا کر چین کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا جائے۔ امریکہ نے جو چین کی بڑھتی ہوئی اقتصادی اور عسکری قوت سے خائف ہے چین کو ختم کرنے کے لئے وہی انداز اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس انداز سے سویت یونین کو ختم کیا گیا یعنی چین سے سرد جنگ کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ تائیوان کو انتہائی جدید اور حساس قسم کا اسلحہ دیا جا رہا ہے تاکہ چین کو اسلحہ کی دوڑ میں شامل ہونے پر

ابوالحسن

مجبور کیا جائے۔ بھارت سے کہلوایا گیا ہے کہ وہ ایٹمی جنگ میں پاکستان اور چین دونوں کو سبق سکھا دے گا۔ تبت کے مسئلہ کو ایک بار پھر اٹھایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ چین کی اپنے علاقے میں مڈبھیڑ ہو جائے تاکہ اس کی قوت کو زک پہنچائی جا سکے۔ خود امریکہ این ایم ڈی (نیشنل میزائل ڈیفنس) سسٹم کا آغاز کر کے چاہتا ہے کہ چین اس انتہائی مہنگے دفاعی نظام کے حصول میں اپنی اقتصادی قوت کو جھونک دے۔ یہاں یہ وضاحت کرنا بہت ضروری ہے کہ امریکہ ۱۹۷۲ء میں سویت یونین سے ایک معاہدہ کر چکا ہے جس کی رو سے دونوں ممالک میزائل کا کوئی این ایم ڈی جیسا نظام قائم نہیں کریں گے۔ لیکن صدر بش نے این ایم ڈی نظام قائم کرنے کا اعلان کرنے سے قبل انتہائی ڈھٹائی سے کہا کہ ۱۹۷۲ء میں سویت یونین سے کیا گیا معاہدہ اب فرسودہ ہو چکا ہے اور اب ہم اس کے پابند نہیں رہے۔ یہ سب کچھ چین کی اقتصادی قوت کو انتہائی مہنگے نظام میں گھسیٹ کر کچلنے کی ایک کوشش ہے۔ وگرنہ امریکہ کو اس چین سے کوئی حقیقی خطرہ نہیں جس کا دفاعی بجٹ صرف ۱۴.۵ بلین امریکی ڈالر ہے جبکہ امریکہ کا دفاعی بجٹ ۲۷۰ بلین ڈالر ہے۔ چین کے پاس صرف ۱۳۲ ایسے میزائل ہیں جو امریکہ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں جبکہ امریکہ کے پاس ۱۹۸۲ ایسے میزائل ہیں جو چین پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔

امریکہ نے آزادی کشمیر کی تحریک کی جو شروع میں پیٹھ ٹھونکی تھی تو اس کی بھی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتا تھا کہ یا تو بھارت کو مجبور کر کے کشمیر کو مکمل طور پر آزاد کرا لیا جائے اور وہ کشمیر کو چین کے خلاف کارروائیاں کرنے کے لئے بطور اڈا استعمال کرے یا بھارت کشمیریوں کی جدوجہد سے زچ ہو کر خود امریکہ کو آفر کر دے کہ وہ بھارتی کشمیر میں جس طرح کے چاہے فوجی اڈے قائم کر لے۔ موجودہ صورت حال سے محسوس ہوتا ہے کہ دونوں ممالک دوسرا آپشن اختیار کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں بھارت واحد ملک ہے جو امریکہ کے این ایم ڈی سسٹم کی حمایت کر رہا ہے۔ لہذا اس خطہ کے بارے میں امریکہ کے عزائم اور پالیسی بالکل واضح ہو گئی ہے۔ یعنی وہ چین کی اقتصادی اور عسکری قوت کو مات دے کر بھارت کے ذریعہ اس علاقہ کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے۔

امریکہ کا دوسرا ٹارگٹ اگرچہ پوری مسلم تہذیب ہے لیکن امریکہ نے افغانستان، ایران اور پاکستان کو اس لئے ریڈ مارک کیا ہے کہ ان ممالک میں بقول امریکہ کے مسلم بنیاد پرستی کے جراثیم زیادہ بھی ہیں اور بہت قوی بھی۔ ان ممالک میں سب سے پہلے ایران میں بنیاد پرست اقتدار میں آئے لہذا امریکہ نے سب سے پہلے اسی سے نمٹنے کا فیصلہ کیا۔ ایران پر ہر قسم کی پابندیاں لگائی گئیں۔ اسے ایک طویل جنگ میں الجھایا گیا۔ پھر یہ کہ جب افغانستان میں باہمی جنگ وجدل کا آغاز ہوا تو امریکہ نے پاکستان کے اس وقت کے وزیر دفاع نصیر اللہ بابر کے ذریعہ طالبان کی صرف اس لئے مدد کی تاکہ افغانستان میں ایک ایسی کٹر مذہبی حکومت قائم ہو سکے جس کے ایران کی مذہبی حکومت سے بھی اچھے تعلقات قائم نہ ہو سکیں۔ ماضی قریب میں امریکہ نے ایران کو دشمن نمبر ایک قرار دیا ہوا تھا لیکن جوں جوں ایران میں مذہبی انتہا پسندوں کی جگہ اعتدال پسند مقبول ہوتے گئے یہاں تک کہ اعتدال پسند خاتمی ایک مذہبی شخصیت کو شکست دے کر صدر منتخب ہو گئے تو ایران سے "مرگ بر امریکہ" کی صدائیں آنی بند ہو گئیں اور امریکہ نے ایران کے بارے میں خاموشی اختیار کر لی۔

امریکہ کا خیال تھا کہ افغانستان میں طالبان پلہ بھاری ہونے کے باوجود واضح اور موثر کنٹرول حاصل نہیں کر سکیں گے لیکن طالبان نے افغانستان کے ۹۵ فیصد حصہ پر نہ

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

خلافت کا مفہوم؟

مولانا ابوالکلام آزاد

''خلافت'' عربی کا ایک مصدر ہے۔ اس کا مادہ ہے ''خلف'' اور اسی سے ہے ''خلیفہ''۔ خلافت کے لغوی معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں۔

من قولک خلف فلان فلانا فی هذا الامر اذا قام مقامه فیه بعده (ابن فارس)

یعنی اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب و قائم مقام ہوا تو یہ خلافت ہوئی' اور لغت میں اس کو خلیفہ یعنی بعد کو آنے والا اور قائم مقام کہیں گے' خواہ یہ نیابت سابق کی موت و عزل کی وجہ سے ہوئی ہو یا غیبت کی وجہ سے' یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کر دینے کی وجہ سے۔

مفردات امام راغب میں ہے:

''الخلافته ' النیابة عن الغیر ' اما بالغیبة المنوب عنه ' واما لموته ' واما لعجزه واما لتشریف المستخلف (صفحہ ۱۵۵)

یہ لفظ بھی قرآن حکیم کے اختیارات لغویہ میں سے ہے' یعنی عربی زبان کے ان لفظوں میں سے ہے جن کو لغت میں عام معانی کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ مگر قرآن حکیم نے اپنے خاص مصطلحہ شرع معنی کے لئے اختیار کر لیا جیسے ایمان بالغیب' تقدیر' بعث' صلوۃ وغیر ذالک۔ ایمان کے لغوی معنی یقین و طمانیت اور زوال خوف و شک کے تھے' لیکن قرآن حکیم نے اس کو ایک خاص طرح کے یقین و اقرار اور عمل کے لئے استعمال کیا اور اب ایمان قرآن کی بولی میں عام لغوی معنی کے خلاف ایک خاص اصطلاح قرار پا گئی ہے۔ قرآن کی زبان میں خلافت اور ''استخلاف فی الارض'' اور وراثت و تمکن فی الارض سے مقصود زمین کی قومی عظمت و ریاست اور قوموں اور ملکوں کی حکومت و سلطنت ہے۔ قرآن حکیم اس کو سب سے بڑی نعمت قرار دیتا ہے جو اچھے یقین اور اچھے کاموں کے بدلے اقوام عالم کو دنیا میں مل سکتی ہے۔ قرآن کے نزدیک اس خلافت ارضی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں نوع انسانی کی ہدایت و سعادت کے لئے ایک خاص ذمہ دار قوم و حکومت قائم ہو۔ وہ اللہ کی عدالت کو دنیا میں نافذ کرے' ظلم و جور اور ضلالت و طغیان سے اس کی زمین پاک ہو جائے' ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیت دنیا میں پھیل جائے اور اللہ کا وہ ہمہ گیر قانون عدل جو تمام کائنات ہستی میں سورج سے لے کر زمین کے ذرات تک نافذ و قائم ہے اور جس کو قرآن اپنی زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے' زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاری و ساری ہو کر کرۂ ارضی کو سعادت و امنیت کی ایک بہشت زار بنا دے!

لغت کے اعتبار سے یہ اطلاق اس لئے ہوا کہ سب سے پہلے جو قوم اور قوم کا جو فرد خلیفہ ہوا وہ زمین پر اللہ کی عدالت قائم رکھنے میں اللہ کی نیابت اور قائم مقامی رکھتا تھا اور اس کے بعد والی قوم اپنے سابق کی نائب تھی اور ہر خلیفہ سابق کا قائم مقام۔ ظہور اسلام کے بعد جب ارضی خلافت کے وارث مسلمان ہوئے تو اس سلسلہ کا پہلا خلیفتہ اللہ صاحب شریعت و شارع اسلام تھا یعنی محمد رسول اللہ ﷺ پھر ان کے بعد جن لوگوں کے ہاتھ اسلام کی مرکزی حکومت آئی وہ اس خلیفتہ اللہ کے نائب اور قائم مقام ہوئے اس لئے ان پر خلیفہ کا اطلاق ہوا اور اب تک ہو رہا ہے۔

یہ زمین کی وراثت و خلافت یکے بعد دیگرے مختلف قوموں کے سپرد ہوتی رہی اور وہ دنیا میں اللہ کی طرف سے دین حق کے خدمت گزار رہے۔ آیات ذیل میں اسی خلافت کا ذکر ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ...﴾ (۶:۱۶۶)

''وہی پروردگار عالم ہے جس نے تم کو زمین میں خلافت دی۔''

﴿وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ﴾ (۱۱:۵۷)

''اگر تم نے اپنا فرض ادا نہ کیا تو میرا پروردگار تمہاری جگہ خلافت کسی دوسری قوم کو دے دے گا۔''

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۝﴾ (۱۰:۱۴)

''پھر ان قوموں کے بعد ہم نے تم کو ان کی جگہ دی تاکہ دیکھیں تمہارے کام کیسے ہوتے ہیں''۔

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ......﴾ (۷:۶۹)

''اور یاد کرو جب تم کو قوم نوح کے بعد ان کا جانشین بنایا''

﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ..﴾

''اے داؤد! ہم نے زمین میں تم کو خلیفہ بنایا''۔

اسی چیز کو زمین کی وراثت سے بھی تعبیر کیا گیا۔

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۝﴾ (۲۱:۱۰۵)

''اور زبور میں بھی ہمارا اعلان یہی تھا کہ یقیناً زمین کی حکومت ہمارے صالح بندوں ہی کی وراثت میں آئے گی''۔

یہی چیز زمین کی ''تمکین'' یعنی طاقت و عظمت کا جماؤ اور قیام بھی ہے جو سرزمین فراعنہ میں کنعان کے ایک اسرائیلی نوجوان نے حاصل کی تھی' جبکہ وہ غلامی کی حالت میں وہاں فروخت کیا گیا اور پھر اپنے عمل حق و صالح کی قوت سے ایک دن مصر کے تاج و تخت کا مالک ہو گیا۔

﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ﴾ (۱۲:۵۶)

''اور اسی طرح ہم نے یوسف کی عظمت مصر میں قائم کر دی۔''

اور اسی کا مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝﴾ (۲۲:۴۱)

''وہ لوگ کہ اگر ہم ان کی طاقت زمین میں جما دیں تو ان کا کام یہ ہوگا کہ نماز کو قائم کریں گے' زکوۃ ادا کریں گے' نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے دنیا کو روکیں گے''۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ تمکین فی الارض یعنی حکومت کا مقصد اصلی قرآن حکیم کے نزدیک کیا ہے۔ معلوم ہو گیا کہ صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت دنیا میں قائم کی جائے' نیکی اور راستی کا اعلان و ظہور ہو' برائی سے نوع انسانی کے دلوں اور ہاتھوں کو روک دیا جائے۔ دوسری آیت میں اس کو خلافت کے لفظ سے تعبیر کیا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾ (۲۴ : ۵۵)

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کی زندگی دشمنوں سے گھری ہوئی تھی اور قلت تعداد و بے سروسامانی کی حالت کے ساتھ دشمنوں کے پے در پے حملوں کی وجہ سے یہ حال تھا کہ کسی وقت بھی ہتھیار اپنے جسم سے دور نہیں کر سکتے تھے۔ اس وقت بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل گیا:

ما یاتی علینا یوم نامن فیه ونعض عنا الاسلاح

''ایک دن بھی ہم پر ایسا نہیں آیا کہ امن و بے خوفی کے

ساتھ صبح وشام بسر کرتے اور ہتھیار اپنے جسم سے الگ کر سکتے''۔

ابو العالیہ راوی ہیں کہ اس پر مندرجہ صدر آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ مضطرب نہ ہوں' ایمان وعمل صالح کا پھل عنقریب ملنے والا ہے جبکہ خوف کی جگہ امن ہوگا' مظلومی وبیچارگی کی جگہ فرمانروائی وکامرانی ہو گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زمین کی خلافت انہی کے قبضہ اقتدار میں آجائے گی۔ (تفسیر طبری ج ۱۸' ص ۶۲۲)

اس آیت سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم کے نزدیک جو چیز ''خلافت'' ہے وہ خلافت فی الارض ہے یعنی زمین کی حکومت وتسلط۔ پس اسلام کا خلیفہ ہو نہیں سکتا جب تک بموجب اس آیت کے زمین پر کامل حکومت واختیار اسے حاصل نہ ہو۔ وہ میسحیت کے پوپ کی طرح محض ایک آسمانی ودینی اقتدار نہیں ہے جس کے لئے دلوں کا اعتقاد اور پیشانیوں کا سجدہ کافی ہو۔ وہ کامل معنوں میں سلطنت وفرمانروائی ہے۔ اسلام کے قانون میں دینی و روحانی اقتدار خدا اور رسولؐ کے سوا کوئی انسانی وجود نہیں رکھتا۔ ایسے اقتدار کو قرآن نے شرک قرار دیا ہے اور اس کا مٹانا اس کے ظہور کا پہلا کام تھا۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ....﴾ (التوبة:۳۱)

اور

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝﴾

(آل عمران:۷۹)

اللہ کے تمام وعدوں کی طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ آٹھ نو سال بعد جب داعی اسلام دنیا سے تشریف لے گئے تو تمام جزیرہ عرب مسلمانوں کے قبضہ اقتدار میں آچکا تھا اور رومیوں کے مقابلہ کے لئے اسلامی فوجیں مدینہ سے نکل رہی تھیں۔ اس سلسلہ خلافت اسلامیہ کا پہلا خلیفۃ اللہ خود حضرت داعی اسلام (ﷺ) کا وجود مقدس تھا اور آپ ﷺ نے اپنے بعد کے جانشینوں کو خود لفظ خلفاء سے تعبیر فرما کر واضح کر دیا تھا کہ وہ آپؐ کے نائب اور قائم مقام ہوں گے۔ ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ'' (ابن ماجہ عن العرباض بن ساریہ) آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جانشین ہوئے تو وہ خلیفہ رسول اللہ تھے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

سچ تو یہ ہے کہ...

طالبان ہمارا سنہری مستقبل ہیں' اللہ ہمیں بھی ان جیسا بنا دے

معراج خالد' اشفاق احمد' بشریٰ رحمن اور دیگر کا عظمت شیخ کی افغانستان کے حوالے سے تصویری نمائش میں خطاب

عظمت شیخ کو دنیا اسلامی مقامات مقدسہ کے فوٹو گرافر کی حیثیت سے جانتی ہے مگر اس بار وہ نئے اور منفرد موضوع کے ساتھ نمودار ہوئے ہیں۔ جامع شان اسلام کی طرف سے حال ہی میں افغانستان کے دورہ میں طالبان کے ہاتھوں کھنڈرات سے تعمیر نو کے معجزوں کو انہوں نے تصویروں میں محفوظ کر لیا ہے۔ ان کی تصویری نمائش اہل وطن سے افغان بھائیوں کے لئے ایثار کا تقاضا کرتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار مقررین نے جمعرات کو بین الاقوامی شہرت یافتہ فوٹو گرافر عظمت شیخ کی تصاویر کی نمائش کے موقع پر منعقدہ تقاریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

ملک معراج خالد نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عظمت شیخ کی افغانستان سے متعلق تصویروں سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہمیں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ طالبان کے طرز زندگی اور ان کی تعمیر وترقی کو پاکستانی عوام سمیت دنیا کے سامنے لانے کے لئے ویڈیو فلمیں بنانی چاہئیں تاکہ لوگ ان جیسا عمل اختیار کریں۔ انہوں نے کہا کہ ایٹمی طاقت سے زیادہ من کی قوت ہے۔ ماؤزے تنگ نے کہا تھا کہ سب سے بڑی قوت انسان ہے اگر انسان انسان بن جائے تو اس کی قوت سے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ معروف دانشور وادیب اشفاق احمد نے کہا کہ پاکستان دنیا کی واحد ایٹمی طاقت ہے جو ڈرتا اور کانپتا رہتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ بہت سنجیدہ سوال ہے حالانکہ اسامہ بن لادن جیسا ایک کمزور شخص جس کا وزن محض تیرہ چودہ سیر ہے اس سے پورا امریکہ لرزتا ہے۔ ہمیں بھی اس کی طرح طاقتور بننا چاہئے۔ اشفاق احمد نے کہا کہ میں پہلے طالبان کے بہت خلاف تھا مجھے نہ ان کے کپڑے اچھے لگتے تھے نہ ان کے اعمال لیکن جس روز واجپائی نے کہا کہ طالبان اندھیرے کی طاقت ہیں اس دن میری رائے تبدیل ہوگئی اور میں نے سوچ لیا کہ ہم نے بھی طالبان جیسا بننا ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان ہمارا سنہرا مستقبل ہیں۔ اللہ ہمیں بھی ان جیسا بنا دے۔ کالم نگار بشریٰ رحمن نے کہا کہ کابل کی ٹوٹی ہوئی عمارتیں اپنی جگہ دکھ کی کہانی سناتی ہیں لیکن ہمیں عجیب سی راحت ہوتی ہے کہ دنیا کے ایک خطہ میں ایسے لوگ بھی بیٹھے ہیں جنہیں کسی کی پرواہ نہیں سوائے اللہ اور اس کے حبیب کے وہ اپنا آئین نو بنانا چاہتے ہیں خدا کرے وہ وقت جلد آئے جب ہم ان کا مذاق اڑانے کی بجائے ان سے کچھ سیکھ سکیں۔ اس موقع پر احمد سعید کرمانی اور عظمت شیخ نے بھی اظہار خیال کیا۔

دعوتِ فکر

رفقائے تنظیم کی ایک اہم ذمہ داری

امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نظام خلافت کے قیام کے لئے جہاں دین پر عمل پیرا افراد کی ایک ایسی منظم اور تربیت یافتہ انقلابی جماعت کو اہم اور ضروری خیال کرتے ہیں جو باطل نظام اور اس کے مراعات یافتہ رکھوالوں کو ظلم وستم سے باز رکھ کر روئے ارضی پر عدل وقسط قائم کرنے کو اپنا فریضہ سمجھتے ہوں وہاں فکری وعملی سطح پر معاشرے کے فہیم وذہین افراد پر مشتمل ایک ایسے گروہ کو بھی ناگزیر خیال کرتے ہیں جو نظریاتی سطح پر مغرب کے گمراہ کن اور ملحدانہ افکار پر ضرب لگا کر اسلامی نظریات کے مؤثر پرچار بن سکیں۔

دین اسلام کے کامل عادلانہ نظام کے قیام کیلئے امیر محترم کے نظریہ دوطرفہ جدوجہد (نظریاتی جہاد' عملی جہاد) کو موجودہ حالات کے تناظر میں دیکھنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مغرب کے ملحدانہ افکار اور دجالی تہذیب نے مسلمانوں کی اکثریت کو نہ صرف اعلیٰ انسانی اقدار سے محروم کر دیا ہے بلکہ ٹی وی' انٹرنیٹ اور کیبل نیٹ ورک کے ذریعے باطل نظریات اور جو عریانی وفحاشی پھیلائی جا رہی ہے اس نے مسلمان نوجوان نسل کو بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عملی سطح پر جدید لادینی تہذیب کے خلاف جہاد کیا جائے اور نظریاتی سطح پر ذہین وفہیم نوجوانوں کا ایک ایسا گروہ وجود میں آئے جو ان باطل نظریات جو ساری دنیا پر پھیلے ہوئے ہوئے ہیں' کے سحر سے نکل کر حقیقی وشعوری ایمان سے اپنے سینوں کو منور کر لیں اور اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگائیں۔

رفقاء تنظیم اسلامی کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے فہیم عناصر کی تلاش میں لگے رہیں اور حتی الوسع امیر محترم کے دروس وتقاریر سے ان کا تعارف کرائیں۔ کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعے سے کسی کو اس نیک کام کو سرانجام دینے کی توفیق دے دیں جو کہ ہمارے لئے باعث اجر وثواب ہو بلکہ اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے میں بھی مددومعاون ثابت ہوں۔

(تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے ماہانہ خبرنامہ جلد ۲' شمارہ ۴ کا اداریہ)

خواتین کو ۳۳ فی صد نمائندگی دینے سے خاندانی نظام تباہ ہو جائے گا ۰ ڈاکٹر اسرار

ندائے خلافت کے زیر اہتمام سیمینار کے حوالے سے روزنامہ پاکستان کی خصوصی اشاعت میں شائع ہونے والی روداد

اب جبکہ بلدیاتی انتخابات کے دو مراحل مکمل ہو چکے ہیں اور تیسرا مرحلہ شروع ہونے میں ایک ماہ سے بھی کم عرصہ باقی ہے' عام لوگ تیسرے مرحلے کی تیاریوں میں مصروف عمل ہیں۔ تمام سیاسی پارٹیوں کے رہنما اپنے پروگراموں کے مطابق کہیں نہ کہیں جلسے اور میٹنگیں کر رہے ہیں۔ بلدیاتی انتخابات نے سبھی سیاسی جماعتوں کو اس بات پر پریشان کر کے رکھ دیا ہے کہ خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کو کیسے پر کیا جائے کیونکہ اتنی زیادہ تعداد میں انہیں اہل خواتین نہیں مل رہیں۔

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ جیسی سیاسی جماعتیں بھی خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی سے پریشان ہیں کیونکہ اتنی خواتین لائیں تو لائیں کہاں سے۔ پہلے حکومت نے خواتین کی ۵۰ فیصد نمائندگی کا اعلان کیا جس سے خواتین کی تنظیموں میں ہلچل مچ گئی کیونکہ این جی اوز یا غیر سرکاری تنظیموں کا ہمیشہ مطالبہ رہا تھا کہ خواتین کے لئے ۳۰ فیصد نشستوں کا اعلان کیا جائے جبکہ حکومت نے ۵۰ فیصد کر دیا جس پر بھی این جی اوز اور دیگر اداروں نے مل کر حکومت سے کہا کہ وہ اسے کم کریں جس پر حکومت نے ۳۳ فیصد کا اعلان کر دیا۔ حکومت کے اس اعلان پر مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کا ردعمل آ چکا ہے' خصوصاً دینی جماعتوں نے خواتین کی اتنی بڑی تعداد کے الیکشن میں حصہ لینے پر شدید تنقید کی جن میں جماعت اسلامی' تنظیم اسلامی' لشکر طیبہ اور دیگر مذہبی جماعتیں شامل ہیں۔

پچھلے دنوں خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی پر باقاعدہ ایک سیمینار ہوا جسے تنظیم اسلامی کی جانب سے منعقد کیا گیا۔ سیمینار میں خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کو ابلیسی سازش اور خاندانی نظام کی تباہی قرار دیا گیا۔ سیمینار کے مقررین میں دینی جماعتوں کے رہنما' جامعہ نعیمیہ کے ڈاکٹر سرفراز نعیمی' روزنامہ پاکستان کے چیف ایڈیٹر مجیب الرحمان شامی' قیوم نظامی' جنرل (ر) ایچ ایم انصاری اور دیگر مقررین شامل تھے۔ تنظیم اسلامی کے سربراہ ڈاکٹر اسرار احمد نے خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کے بارے میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ ابلیسی اور صیہونی طاقتوں کی ایک سازش ہے جس سے خاندانی نظام تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا اور افسوس کہ اس سازش میں حکومت آلہ کار بنی ہوئی ہے۔ میں تمام دینی قوتوں اور سکالر رہنماؤں سے کہوں گا کہ وہ اس ابلیسی سازش کے خلاف متحد ہو جائیں اور اس کے خلاف آواز اٹھائیں وگرنہ اس کا خمیازہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔

انہوں نے کہا مجھے مسرت ہوئی ہے کہ مجیب الرحمان شامی نے ہمارے موقف کی عمدہ ترجمانی کی ہے۔ ان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ خواتین کی نمائندگی کے ایسے نظام کی پوری دنیا میں کہیں بھی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ یہودیوں کی سازش ہے۔ اسی سازش کے تحت انہوں نے مذہب اور دین کو ایک کونے میں لگانے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ کھل کر سیاست کریں۔ انہوں نے کہا چونکہ پاکستان اور افغانستان دو ایسے ممالک ہیں جہاں صیہونیت اور یہودیت کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے لہٰذا اب ہمارے موجودہ حکمرانوں کو آلہ کار بنا کر ان سے کام لیا جا رہا ہے تاکہ خواتین کو زیادہ سے زیادہ باہر لا کر مضبوط رشتوں اور خاندانی نظام کو پارہ پارہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں کبھی قاہرہ کانفرنس اور کبھی بیجنگ کانفرنس اور کبھی بیجنگ پلس فائیو کے نام سے کانفرنسیں کی جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا خواتین کی نمائندگی دراصل حق و باطل کی جنگ کا آخری معرکہ ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ عورت کو ایک شو پیش بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ سراسر عورت کی حرمت کی توہین ہے۔ عورتوں کی اپنی انڈسٹری ہونی چاہئے تاکہ وہ گھر میں بیٹھ کر انڈسٹری کے لئے کام کریں۔ انہوں نے کہا اگر دینی جماعتیں خاموشی سے بیٹھی رہیں تو ایوب خان کے دور کے عائلی قوانین کی طرح یہ نظام بھی مسلط ہو کر رہ جائے گا۔

روزنامہ پاکستان کے چیف ایڈیٹر مجیب الرحمان شامی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ تنظیم اسلامی نے یہ سیمینار کروایا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ بلدیاتی انتخابات کے ہونے سے پہلے کرواتے مگر اب بھی یہ سیمینار بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ چاہئے تو یہ تھا کہ جب حکومت نے اس پروگرام کا اعلان کیا تھا تو اس وقت دینی قوتوں کی جانب سے ایک طوفان کھڑا کر دیا جاتا۔ ہم نے اس نظام کے خلاف اداریئے بھی لکھے مگر سب ریت میں پانی کی طرح دب گئے ہیں۔ دینی قوتوں نے نوٹس نہ لیا مگر اب بھی وقت ہے کہ رائے عامہ کو متحرک کیا جائے اور اس جن کو بوتل میں واپس بند کیا جائے۔ عورتوں کی ۳۳ فیصد نمائندگی کا مطلب یہ ہے کہ اب مردوں کو گھروں میں بند کیا جائے۔ ہم آئینی طور پر عورتوں کے ووٹ ڈالنے اور سیاست میں حصہ لینے اور الیکشن لڑنے کے حق کے حامی ہیں مگر خواتین کو مصنوعی طریقے سے نمائندگی دے کر انہیں اداروں پر مسلط کرانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا حکمرانوں کو کس نے یہ اختیار دیا ہے؟ اس صورتحال پر غور کرنا چاہئے کہ کیا پچاس برسوں میں بلدیاتی انتخابات کے ذریعے مردوں کے مسائل حل ہوئے ہیں جو عورتوں کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ اس وقت بڑی ذمہ داری دینی رہنماؤں اور دینی قوتوں پر ہے کہ وہ آگے بڑھ کر پوری قوم کو بچالیں۔ جنرل (ر) ایچ ایم انصاری نے اپنے خطاب میں کہا اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ حکومت کو خواتین کو ۳۳ فیصد نشستیں دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ موجودہ حکومت پاکستانی معاشرے سے دیرینہ تہذیبی تمدن اور روایات اور اسلامی شعائر کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت شب و روز عورتوں سے کام لینا چاہتی ہے۔ اگر عورتیں شب و روز مصروف ہوئیں تو ان کے گھر ضرور متاثر ہوں گے۔

جامعہ نعیمیہ کے سربراہ مفتی سرفراز نعیمی نے کہا موجودہ حکمرانوں کی سوچ مغرب زدہ ہے۔ بلدیاتی نظام کے ذریعے معاشرے میں تباہی پھیلانے کا پروگرام بنایا جا رہا ہے۔ یقیناً نئے نظام کی وجہ سے عورتوں کو اس قدر آزادی فراہم کی جائے گی جس سے نہ صرف ان کے گھر کا نظام متاثر ہو گا بلکہ اردگرد میں بھی خرابی پیدا ہو جائے گی۔ ضروری ہے کہ اس نظام کو ناکارہ بنانے کے لئے ووٹ نہ ڈالے جائیں تاکہ اس نظام کا حصہ بننے سے بچا جائے۔

قیوم نظامی نے خطاب کرتے ہوئے کہا بلدیاتی نظام کے دو مرحلے پورے ہو چکے ہیں' تیسرا مرحلہ بھی نزدیک ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اختیارات نچلی سطح پر دیئے جا رہے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ عورتوں کو نمائندگی دینے سے خانہ داری نظام متاثر ہو گا۔ موجودہ بلدیاتی نظام میں خواتین کی نمائندگی سے عورتوں کے معاشی اور معاشرتی مسائل حل ہوں گے۔ ملک پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ پچاس فیصد آبادی کو گھروں میں بٹھائے رکھنا ملک و قوم کے ساتھ زیادتی ہے۔ جس ملک کی دو مرتبہ سربراہ ایک خاتون رہ چکی ہو اس ملک کی خواتین کو گھر میں بند کر کے رکھنا انتہائی ظلم ہے۔ اسلام ہر دور میں زندہ رہا ہے۔ اسلام کو بلدیاتی نظام سے کسی قسم کا خطرہ نہیں۔

قبل از بجٹ تجاویز: ولادت ٹیکس اور بکری ٹیکس

قاضی عبدالقادر

پچھلے دنوں رونامہ ''جنگ'' کی جانب سے ''قبل از بجٹ'' مذاکرہ منعقد ہوا جس میں خیر سے درجن بھر سے زیادہ دانشوروں اور سیاست دانوں نے حصہ لیا۔ ہمیں امید تھی کہ ہمیں بھی ضرور مدعو کیا جائے گا۔ ہم کوئی ایسے گرے پڑے نہیں بلکہ معقول پڑھے ہی نہیں لکھے بھی ہیں۔ ماشاء اللہ پرانے بی کام ہیں۔ الحمدللہ ایم اے بھی کیا ہوا ہے۔ کسی سے کیا کم ہیں! ہوسکتا ہے منتظمین سے سہواً ہمارا نام رہ گیا ہو۔ بہرکیف ہم نے سالانہ بجٹ کے لئے کچھ عمدہ تجاویز تیار کی تھیں جو ہدیہ قارئین ہیں۔ ''گر قبول افتد زہے عزوشرف''۔ یہ خیال رہے کہ بلڈ پریشر اور دل کے مریض اسے نہ پڑھیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ نئے ٹیکسوں کے نفاذ کے سلسلے میں ہیں۔

ولادت ٹیکس

آپ کی دعا سے اس سلسلہ میں پہلا ٹیکس ہم نومولودوں پر عائد کرتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ مہنگائی تلے ہم پسے جا رہے ہیں' یوٹیلٹی بل جان کو آ گئے ہیں' دو وقت کا کھانا ہی نہیں بلکہ اب تو پانی بھی مشکل سے مل رہا ہے' آئی ایم ایف کے سنگین دباؤ کے تحت زندگی گزارنی مشکل سے مشکل تر ہو رہی ہے' اور ان نازک حالات میں یہ نومولود صاحب آ ٹپکے ہیں۔ ارے میاں کچھ تو توقف کیا ہوتا۔ دنیا میں آنے کے لئے اتنی بھی بے صبری کیا۔ اور پھر یہ زمانہ تو امپورٹ ایکسپورٹ کا ہے۔ اب اگر تجھے امپورٹ کریں تو ہم میں سے کسی کو ایکسپورٹ بھی ہونا پڑے گا۔ کچھ تو بزرگوں کے حال پر رحم کیا ہوتا۔ دو ایک بہاریں اور دیکھ لیتے تو تیرا کیا بگڑتا۔ بہرحال اب تو نازل ہو ہی گیا ہے تو پیارے' ٹیکس کا خمیازہ بھگت۔ ''روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے'' والی نظم میں علامہ اقبال نے کہا ہے بلکہ فرمایا ہے کہ۔

کھول آنکھ زمین دیکھ' فلک دیکھ' فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اب یہ زمین' فلک' سورج وغیرہ مفت میں تو نہیں دیکھے جاسکتے۔ جب تیرے آنے کی خوشی میں لڈو وغیرہ بانٹے گئے ہیں تو سرکار عالیہ کا حصہ بھی ادا کیا جائے۔ اس ٹیکس کے لگانے سے جہاں حکومت کو بہت زیادہ ریونیو حاصل ہوگا وہیں یہ فائدہ بھی ہوگا کہ فیملی پلاننگ کے محکمہ کو ختم کر کے (کیونکہ اس کی ضرورت نہیں رہے گی) سالانہ کروڑوں روپیہ بچایا جاسکتا ہے۔ ہاں' البتہ اس میں ریلیف دیا جاسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ یہ ٹیکس بانڈز کی شکل میں جاری کیا جائے۔ جب نومولود بہادر اپنی عمرطبعی گزار کر اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف ''ایکسپورٹ'' ہو جائیں تو اس بانڈ کو بھنا کر رقم حاصل کی جاسکتی ہے تاکہ کفن دفن کا معقول انتظام ہوسکے۔

بکری ٹیکس

جب بکری ٹیکس (جی ایس ٹی) بڑے زور وشور کے ساتھ لگ سکتا ہے تو بَکری (ب پر زبر کے ساتھ) ٹیکس کیوں نہیں لگ سکتا! اچھے زمانہ کے کوئی دانشور صاحب کہہ گئے ہیں کہ جس کو کوئی غم نہ ہو وہ بکری پالے۔ اب اگر اس نفسا نفسی اور مصیبت کے زمانہ میں ایسے جیالے لوگ بھی موجود ہیں جن کو کوئی غم نہیں اور دنیا و مافیہا سے بے پرواہ بکری پال رہے ہیں کہ یہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے تو وہ نہ صرف اس نعمت پر شکر بھیجیں بلکہ شکرانہ کے طور پر ازراہِ عنایت گورنمنٹ عالیہ کو ٹیکس بھی ادا کریں۔ ہماری یہ عادت ہے کہ اگر کوئی تجویز پیش کریں تو اس کے علیہ ماعلیہ پر غور کر کے اس کے نفاذ میں حائل کسی مشکل کا حل بھی پیش کر دیتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ کیسے پتہ چلے کہ کس کے ہاں بکری پل رہی ہے۔ اس کا ایک تو حل یہ ہے کہ ہماری مہربان حکومت جو روز نئے سروے کراتی رہتی ہے' اس کا بھی سروے کرالے اور ہر گھر پر حکومت کے کارندوں کے ساتھ دو عدد فوجی جا دھمکیں اور پوچھیں کہ بتاؤ بکری کدھر ہے لیکن یہ طریقہ مہنگا اور مشکل پڑے گا اور اب عوام بھی ان مشترکہ ٹیموں کا استقبال کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ چنانچہ اس کا آسان اور سستا حل یہ ہے کہ بلدیہ کے خاکروبوں کو مناسب کمیشن دے کر مخبر بنالیا جائے۔ وہ کسی بھی گھر سے بکری کی ''مَیں مَیں'' سن کر یا گھر کے آگے مینگنیاں دیکھ کر اطلاع دے دیا کریں۔

تو میرے پیارے قارئین کرام' ٹیکس کی دو عدد نادر تجاویز تو ہم نے نمونہ کے طور پر پیش کر دیں۔ اور بھی بہت سی ہمارے ذہن رسا میں کلبلا رہی ہیں۔ وزیرخزانہ صاحب سے گزارش ہے کہ بجٹ کے لئے اب وقت کم ہے' ہماری خدمات سے جلد از جلد فائدہ اٹھائیں۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔ یہ ہم بتا دیں کہ ہم مشورے مفت دیتے ہیں' کوئی فیس' کمیشن' عہدہ وغیرہ کے طالب نہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آزمائش شرط ہے۔

بقیہ: علاقائی اجتماع

باسی ہونے کی وجہ سے وہ اپنی اہمیت کو سمجھیں۔ تمام رفقاءِ پاکستان کی نگاہیں رفقاءِ سرحد پر لگی ہوئی ہیں۔ مردان کو ہستانی ہونے کی وجہ سے انہیں ''فطرت کے مقاصد کی نگہبانی'' یعنی نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد میں ہراول دستہ بننا ہے اور دیگر علاقوں کے رفقاء نور توحید کے اتمام کے اس کارِعظیم میں ان کے معاون بنیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ رفقاء سرحد کے جوش و جذبہ میں مزید اضافہ فرمائے اور ہمیں مال و جان سے ان کا ساتھ دینے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: نوید احمد)

طالبان

مثلِ صحابہ دین کا پیکر ہیں طالبان — اسلام کی شناخت ہیں رہبر ہیں طالبان
کردار میں حیا ہیں تو افکار میں شعور — اسلامی تعلیمات کا مظہر ہیں طالبان
قرآن اور حدیث میں لپٹے یہ پیرہن — اللہ کے سفیر زمیں پر ہیں طالبان
باطل لرز رہا ہے کہ ثابت قدم ہیں یہ — دل میں وہ جانتا ہے کہ حق پر ہیں طالبان
مسجد گری تو مغربی اُلو بھی چپ رہے — بت جو گرے تو آنکھ کا کنکر ہیں طالبان
ندوی عدو کا خوف کوئی بے وجہ نہیں — فتنہ گروں کی موت کا منظر ہیں طالبان

(بشکریہ: روزنامہ مشرق پشاور)

سفر نامہ افغانستان

تنظیم اسلامی کے وفد کے حالیہ دورۂ افغانستان کی لمحہ بہ لمحہ روداد

(پہلی تفصیلی ملاقات)

وزیر تعلیم' ملا امیر محمد خان متقی

خوبصورت اور وجیہ انسان ہیں۔ چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ' دلچسپ انداز گفتگو۔ موصوف جنازے میں شمولیت کے لئے دیگر وزراء کے ہمراہ کابل سے قندھار آئے تھے اور اگلے روز دوپہر ایک بجے واپس جانا تھا مگر امیر محترم کی آمد کا سن کر کابل جانے کی بجائے خود چل کر محترم ڈاکٹر صاحب کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔ یہ ملاقات ۱۷ اپریل ۲۰۰۱ء کو تین بجے سہ پہر ہوئی۔

امیر محترم نے ملا ربانی صاحب کی وفات پر تعزیتی کلمات کہے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ملا متقی صاحب جن کے بارے میں علم ہوا کہ وہ واقعی اسم بامسمّیٰ ہیں' نے وفد کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔

محترم شمس الحق صاحب جو ناظم حلقہ اسلام آباد و راولپنڈی ہیں' کا رابطہ افغانستان کے سفارت خانے سے

افغانستان میں اس وقت 3500 مدارس کام کر رہے ہیں جن میں 1200 دینی اور 2300 عصری تعلیم دے رہے ہیں

بڑا قریبی ہے۔ سفیر صاحب نے ملا متقی وزیر تعلیم کی یہ خواہش کچھ عرصہ قبل بیان کی تھی کہ تنظیم اپنے وسائل سے ہمیں افغانستان کے لئے درسی کتب پرنٹ کروا کر دے۔ الحمد للہ شمس الحق صاحب نے تھوڑے دنوں میں ہی کام مکمل کر لیا۔ لہٰذا امیر محترم نے ان کتابوں کے سیٹ وزیر تعلیم کو پیش کئے جس پر انہوں نے پرخلوص شکریہ ادا کیا۔ امیر محترم نے موجودہ تعلیمی نظام کے بارے میں دریافت کیا اور ساتھ ہی یہ کہ خواتین کی تعلیم کا کیا بندوبست کیا گیا ہے۔

ملا امیر محمد خان متقی صاحب نے جو تفصیلات بیان کیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱) الحمد للہ ہم نے کمپیوٹر کی تعلیم اور استعمال کے ضمن میں انتہائی پیش رفت کی ہے۔

۲) اس وقت ۳۵۰۰ مدارس کام کر رہے ہیں جن میں ۱۲۰۰ مدارس خالص دینی تعلیم اور جزوی عصری تعلیم' ۲۳۰۰ عصری سکول جن میں دینی تعلیم جزوی دی جاتی ہے۔

۳) طالبان حکومت سے پہلے حکومتی سرپرستی میں صرف پانچ مدارس تھے۔

۴) بچیوں کو مساجد میں تیسری کلاس تک تعلیم دی جا رہی ہے۔

۵) یونیورسٹی آپس کی لڑائی میں حزب وحدت (شیعہ) کا مورچہ تھی لہٰذا بہت کچھ حصے تباہ ہو گئے مگر الحمد للہ طالبان نے تعلیم کا آغاز کیا ہے اور اللہ کے فضل سے

شاہد اسلم

۱۰۰۰۰ طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں سے ۴۰۰۰ ہاسٹل میں مقیم ہیں۔

۶) افغانستان میں اس وقت پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک کی تعلیم بالکل فری ہے بلکہ کتابیں بھی حکومت مہیا کر رہی ہے' گو اس وقت کافی مشکلات ہیں جس کے لئے ہم آپ مسلمان بھائیوں سے تعاون چاہتے ہیں۔

۷) طالبات ۱۰۰۰ کی تعداد میں نرسنگ' ڈاکٹرز کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور الحمد للہ ستر و حجاب کے احکامات بھی ملحوظ خاطر ہوتے ہیں۔

۸) اس وقت حکومت کی آمدنی کے ذرائع زکوٰۃ' عشر' محاصل اور مسلمانوں کے عطیات ہیں۔

۹) الحمد للہ ہر ادارے کے لئے بجٹ مختص کیا جاتا ہے۔ افغانستان کے ٹوٹل بجٹ کا ۲۵ فیصد تعلیم کے لئے رکھا جاتا ہے۔

۱۰) اس وقت تعلیم کے شعبے میں ۶۵۰۰۰ ملازمین وابستہ ہیں۔

۱۱) اس وقت تمام وزراء و دیگر عہدے دار بغیر تنخواہ کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

عمومی گفتگو

ملا متقی صاحب امیر المؤمنین کی قیادت پر پورا اعتماد رکھتے ہیں اور انتہائی درجے کی محبت اور عقیدت کا اظہار ان کی گفتگو سے چھلکتا ہے۔ انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا جس سے متقی صاحب اور دیگر عہدے داران کا اعتماد امیر المومنین پر پختہ ہو گیا کہ ملا عمر صاحب کا تعلق مع اللہ کتنا زیادہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کابل کو مفسدین سے پاک کرنے سے پہلے ہمارے پاس اسلحہ صرف چند روز کیلئے باقی رہ گیا تھا کہ ایک دن امیر المومنین نے فضائیہ کے ذمہ دار ملا منصور کو وائرلیس پر کہا کہ اس وقت جو طیارہ ہماری فضا سے

افغانستان میں پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک تعلیم بالکل فری ہے کتابیں بھی حکومت مہیا کرتی ہے

گزر رہا ہے اُسے نیچے اتار لو۔ انہوں نے مذکورہ طیارے سے رابطہ کیا تو جواب ملا کہ میں پاکستانی طیارہ ہوں۔ جب دو دفعہ یہی جواب ملا عمر صاحب کو دیا گیا تو انہوں نے غصے سے حکم دیا کہ جس کا بھی ہو اسے اتار لو۔ لہٰذا طالبان کے طیاروں نے اسے اتارا تو پتہ چلا کہ وہ شمالی اتحاد کا تھا اور اس میں ۴۴ لاکھ کلاشنکوف کی گولیاں تھیں۔ یقین و اعتماد سے لبریز قصہ بیان کرتے ہوئے ملا متقی صاحب نے بتایا کہ الحمد للہ اس سے ہم نے اکثر و بیشتر علاقے کو فتح کر لیا۔

☆ اقتصادی پابندیوں سے ہمیں نقصان تو بہت ہو رہا ہے لیکن الحمد للہ عوام میں ہمارے لئے اعتماد کی فضا موجود ہے اور ان کی تائید بھی ہے۔

☆ ملا متقی صاحب نے اس وقت شمالی اتحاد سے برسرپیکار طالبان کی جنگی پوزیشن کو نقشے کی مدد سے اس طرح سمجھایا کہ گویا ہم خود محاذ کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔

☆ حکومت پاکستان کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ وہ کسی حد تک ہمارے ساتھ تعاون کر رہی ہے لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ پاکستانی عوام ہمیں اپنے سگے بھائیوں کی طرح محبت اور تعاون دے رہے ہیں۔

☆ گزشتہ افغانی حکمرانوں میں سے صدر ربانی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ انہیں اس درجے کی مالی ہوس تھی کہ انہوں نے چند ہزار ڈالروں کے عوض افغان ٹیلی فون کا انٹرنیشنل کوڈ فروخت کر دیا۔

☆ الحمد للہ افغانستان کے اکثر و بیشتر علاقوں میں ٹیلی فون کی سہولت عام کی جا رہی ہے۔

☆ جب وفد نے شمالی اتحاد کے لئے یورپ' انڈیا' ایران کی پشت پناہی' امداد اور جدید اسلحے کی ترسیل کا ذکر کیا تو ملا متقی صاحب نے کمال بے نیازی اور بے خوفی اور یقین سے کہا کہ ان شاء اللہ وہ تمام اسلحہ اسلامی امارت ہی کے کام آئے گا۔

(جاری ہے)

خلافت کے قیام کے لئے سرحد کے رفقاء تنظیم کو ہراول دستہ بننا ہے (ڈاکٹر اسرار احمد)

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا تنظیم اسلامی حلقہ جات سرحد کے علاقائی اجتماع (منعقدہ ۲۷ تا ۲۹ اپریل) میں خطاب

امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ نے ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء کو اپنی حیات دُنیوی کے ۶۹ برس مکمل کر لئے۔ ۲۷ اپریل ۲۰۰۱ء کو جب وہ اپنی زندگی کے ۷۰ ویں برس میں قدم رکھ رہے تھے' انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوشی کا ایک عظیم موقع مرحمت فرمایا۔ اس تاریخ کو تیمر گرہ میں تنظیم اسلامی کے ذیلی مرکز کا افتتاح رفقاء سرحد کے علاقائی اجتماع سے ہوا۔ یہ مرکز دو اعتبارات سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے:

۱) یہ تنظیم اسلامی کا پہلا مرکز ہے جو خالصتاً تنظیم اسلامی کے بیت المال کے فنڈز سے خریدا گیا ہے۔

۲) یہ مرکز تیمر گرہ یعنی مالاکنڈ ایجنسی میں واقع ہے جو احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں عالمی خلافت کے آغاز کے لئے ہماری امیدوں کا مرکز ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ جات سرحد کے علاقائی اجتماع میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد' حافظ عاکف سعید' چوہدری رحمت اللہ بٹر' ڈاکٹر عبدالخالق' مختار خان اور چوہدری غلام محمد سٹیج پر تشریف فرما ہیں

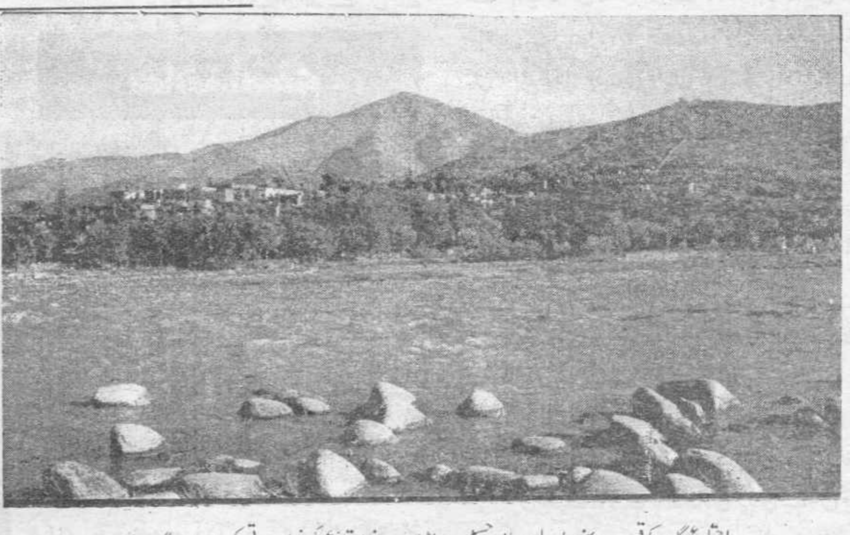

اجتماع گاہ کے قریب بہنے والے دریا اور حسین پہاڑیوں نے اجتماع کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے

جن تاریخوں میں اس علاقائی اجتماع کا انعقاد ہوا' ان سے متصلاً قبل صوفی محمد صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اسی علاقہ میں نفاذ شریعت کے لئے ایک احتجاجی جلسہ کرنے کی کوشش کی۔ حکومت نے یہ جلسہ منعقد ہونے نہیں دیا' جس کے ردعمل میں صوفی محمد صاحب کے ساتھی مختلف مقامات پر دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ اس احتجاجی فضاء میں امیر محترم نے خطاب جمعہ اور بعد ازاں اختتامی خطاب میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ واضح کیا کہ اقامت دین اور نفاذ شریعت کے لئے سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں اساسی و تکمیلی طریقۂ کار کیا ہے۔ اساسی طریقۂ کار سے مراد یہ ہے کہ اس عظیم مشن کے لئے رجال کار کیسے فراہم و تیار ہوں گے اور تکمیلی طریقۂ کار سے مراد ہے کہ یہ رجال کار کن مراحل سے گزر کر دین حق کو غالب کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ علاقائی اجتماع میں اکابرین کے علاوہ صوبۂ سرحد سے تعلق رکھنے والے نو آموز رفقاء نے بھی تقاریر کیں۔ ان رفقاء نے تقاریر کی تیاری کے لئے مواد کی فراہمی میں جو محنت کی تھی اور پھر جس ولولے سے خطابات کئے وہ قابل رشک تھا۔ مایوسیوں کے اندھیروں میں ان رفقاء کا جوش و جذبہ تمام شرکاءِ اجتماع کے لئے امیدوں کی کرن تھا۔ اجتماع کے دوران سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے ادا کئے۔ انہوں نے علامہ اقبال کے اردو و فارسی اور رحمان بابا کے پشتو اشعار سنا کر محفل کو بار بار گرمایا۔ میں نے گرمی محفل اس وقت عروج پر محسوس کی جب انہوں نے محدود مذہبی تصور کی نفی میں علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا:

زائران کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں!

امیر محترم نے رفقا سرحد کو یہ حقیقت یاد کرائی کہ خراسان پاکستان

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

شرکائے اجتماع کا مقررین کے خطابات میں توجہ اور انہماک کا ایک منظر' تصویر میں ناظمین حلقہ جات بھی نمایاں ہیں

کاروان خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی سرگودھا کا ماہانہ اجتماع

تنظیم اسلامی سرگودھا کا ماہانہ اجتماع بروز اتوار ۲۵ مارچ قرآن ہال میں ۱۱ بجے دن منعقد ہوا۔ جملہ اسرہ جات و منفرد رفقاء مقامی و بیرون شہر بھلوال' جوہر آباد' ساہیوال' دھریمہ' چک نمبر ۱۲۷ جنوبی' چک نمبر ۱۳۶ جنوبی کو یاددہانی کے لئے بذریعہ ڈاک اطلاع دی گئی۔ مقامی طور پر بھی معاونین و احباب کو دعوت شرکت دی گئی۔ پروگرام کا آغاز ٹھیک ۱۱ بجے ہوا۔ امیر محترم کی ویڈیو کیسٹ بموضوع "اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک" دیکھی گئی۔ یہ خالص دینی اور بڑا اہم موضوع ہے۔ امیر محترم نے اس تقریر کو اپنے دینی فکر کا نچوڑ قرار دیا ہے۔ اس میں قیام اسلام کے لئے دو نکاتی لائحہ عمل ہے۔ مکی دور کی پکار کہ ایمان لاؤ اور اس پر ڈٹ جاؤ' اور مدنی دور کی پکار کہ اب شریعت آ چکی اس پر عمل کرو اور اس کو قائم کرو اور نافذ کرو یہی اس دور کی پکار ہے کہ خود شریعت پر عمل کرو اور اس کو قائم اور نافذ کرنے کے لئے جہاد کرو جس کے لئے لازمی شرط ہے کہ کسی ایسی جماعت میں شمولیت اختیار کی جائے کہ جس کا نصب العین اقامت دین کی جدوجہد ہو۔ سامعین کی تعداد تقریباً ۳۰ تھی۔ رفقاء کے علاوہ اصحاب بھی شریک تھے۔ ڈیڑھ بجے نماز ظہر کی ادائیگی کے ساتھ اجتماع کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: اللہ بخش)

اسرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا تین روزہ ماہانہ دعوتی و تبلیغی پروگرام

اسرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ماہانہ دعوتی و تبلیغی پروگرام ۱۶ مارچ ۲۰۰۱ء بروز جمعہ طے تھا۔ امیر حلقہ پنجاب وسطی انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب جھنگ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ جھنگ کے ایک رفیق عبدالرحیم صدیقی صاحب تھے۔ راقم کی رہائش گاہ پر مختصر قیام کے بعد خطاب جمعہ کے لئے محلہ فیض کالونی کی قاسمیہ مسجد تشریف لے گئے۔ یہ خطاب مسجد کی انتظامیہ کی درخواست پر ہر ماہ باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ فاروقی صاحب کا یہ خطاب سننے کے لئے ایک خاصی تعداد پڑھے لکھے احباب کی اس مسجد میں آتی ہے۔ آپ نے خطاب کے دوران فرمایا کہ ہمارا دین' دین توحید ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسی ایک اللہ کا کہنا مانا جائے۔ وہی اللہ تمام انسانوں کا خالق ہے۔ اس لحاظ سے توحید کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرتی سطح پر تمام انسان برابر ہیں۔ عزت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے۔ مساوات انسانی کے سب سے بڑے علمبردار اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ معاشی میدان میں توحید کا نتیجہ یہ ہے کہ مہلت عمر اور روپیہ پیسہ یہ سب اللہ کی امانت ہیں۔ ان کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ انہیں اس کی مرضی کے مطابق خرچ کرو۔ نماز جمعہ کے بعد کئی احباب نے فاروقی صاحب سے ملاقات کی اور ان کے خطاب کے سلیس انداز کو سراہا۔ نماز عصر تک طعام و آرام کے لئے وقفہ تھا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد الہدیٰ لائبریری میں اسرہ ٹوبہ کے رفقاء کا تربیتی و تنظیمی اجلاس ہوا۔ امیر حلقہ کی موجودگی میں تلاوت قرآن و ترجمہ سے آغاز ہوا۔ راقم نے اسرہ کی تربیتی و تنظیمی مصروفیات کی رپورٹ پیش کی۔ اس سلسلہ میں بعض مسائل کے حل کے لئے فاروقی صاحب سے رہنمائی حاصل کی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد یہ اجلاس برخاست ہوا۔ اگلے روز سترہ مارچ کو نماز فجر ڈگری کالج ٹوبہ کی مسجد میں فاروقی صاحب کی امامت میں ادا کی گئی۔ رفقاء اور احباب موصوف کا درس قرآن سننے کے لئے موجود تھے۔ آپ نے سورۂ آل عمران کے گیارہویں رکوع کے حوالے سے بتایا کہ اہل ایمان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور قرآن کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کریں۔ اس سے ان میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوگا۔ ایک ایسی جماعت یا گروہ کا وجود ضروری ہے جو لوگوں کو قرآن کی طرف بلائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ احباب نے اس درس کو بڑے انہماک سے سنا۔ بعد ازاں فاروقی صاحب نے پروفیسر محمد ارشد صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی۔ پروفیسر صاحب نے دین کی دعوت و تبلیغ اور اس کی اقامت کی جدوجہد میں تعاون کے ارادہ کا اظہار کیا۔ پھر اسی روز رفاقت کا بیعت فارم پر کر دیا۔ صبح ۱۰ بجے سے نماز ظہر تک فاروقی صاحب نے الہدیٰ لائبریری میں قیام کیا تاکہ رفقاء و احباب سوال و جواب کے ذریعے اپنی اشکال دور کر سکیں۔ جو احباب پہلے سے فاروقی صاحب کے دروس و خطابات سنتے رہتے ہیں ان کی شرکت زیادہ رہی۔

مورخہ ۱۸ مارچ بروز اتوار جامع مسجد محلہ اقبال نگر میں نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ مختار حسین فاروقی صاحب نے سورۂ کہف کے گیارہویں رکوع کے حوالے سے بتایا کہ ذوالقرنین ایک ایسا بادشاہ گزرا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قوت و اقتدار سے نوازا تھا اور وہ رعایا کا خیر خواہ اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ تھا۔ اس ماہانہ درس کی سماعت کے لئے مقامی اصحاب کے علاوہ شہر کے دوسرے محلوں سے بھی کئی لوگ آئے اور اس درس کو انہوں نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ اس دعوتی و تبلیغی پروگرام کا آخری حصہ خطاب عام پر مشتمل تھا۔ صبح ساڑھے نو بجے الہدیٰ لائبریری سے متصل ایک کشادہ کمرے میں "ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے" کے موضوع پر امیر حلقہ فاروقی صاحب نے تفصیل سے خطاب فرمایا۔

انہوں نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کو الہدیٰ اور دین حق یعنی نظام عدل و قسط دے کر بھیجا گیا تاکہ اس کو پورے نظام زندگی پر نافذ کیا جائے۔ ہمارا دین ہم سے چاہتا ہے کہ اسے معاشرے میں نافذ کیا جائے۔ اس کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ قرآن سے ایک مضبوط تعلق قائم کیا جائے اور اسے پھیلایا جائے۔ فاروقی صاحب کے اس خطاب کو کم و بیش چالیس احباب نے سنا۔ تقریباً ۱۱ بجے امیر حلقہ اپنے ساتھی عبدالرحیم صدیقی صاحب کے ہمراہ واپس جھنگ روانہ ہو گئے۔

(رپورٹ: پروفیسر خلیل الرحمٰن)

بقیہ: تجزیہ

صرف موثر کنٹرول حاصل کر لیا بلکہ مثالی نظم و نسق قائم کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے اپنے زیر نگیں علاقہ میں جرائم کا تقریباً خاتمہ کر دیا اور یہ سب کچھ حقیقی اسلامی نظام اور اس کی تعزیرات نافذ کرنے سے ممکن ہوا۔ یہ غیر متوقع صورت حال امریکہ کے لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا اب اس کے عتاب کا اولین نشانہ افغانستان بن گیا۔ افغانستان پر بدترین نوعیت کی اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں۔ اس پر میزائلوں سے حملہ کیا گیا۔ اسامہ کے مسئلہ کو خواہ مخواہ اچھالا گیا۔ شمالی اتحاد جو افغانستان کے صرف ۵ فیصد رقبہ پر قابض ہے' اسے اسلحہ فراہم کیا گیا۔ پاکستان پر افغانستان سے خصوصی تعلقات ختم کرنے کے لئے زبردست دباؤ ڈالا گیا۔ افغانستان اور ایران کی دشمنی کو ہوا دینے کی کوشش کی گئی اور اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ محض اسلام دشمنی میں امریکہ نہ صرف خود ایران سے اپنے تعلقات بہتر کر رہا ہے بلکہ اپنے دوست ممالک کو بھی ایران سے تعلقات بہتر کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب اور ایران حال ہی میں ایک دوسرے کے قریب آئے ہیں اور ان میں مشترکہ مفاد کے بعض معاہدے طے پائے ہیں۔ اسی طرح ایک طویل عرصے کے بعد بھارت کے سربراہ حکومت نے ایران کا دورہ کیا ہے اور ان کے باہمی تعلقات بہتر ہوئے ہیں۔ امریکہ سمجھتا ہے کہ ایران کا اسلامی انقلاب اب واپسی کی راہ دیکھ رہا ہے لہٰذا اب امریکہ کو ایران کے اسلامی کردار سے کوئی تشویش نہیں بلکہ وہ اسے افغانستان کے بنیاد پرست اور کٹر مذہبی حاکموں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔

چین امریکہ کی اس جارحانہ پالیسی کا کیا توڑ کر رہا ہے اور پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کن بنیادوں پر استوار کر رہا ہے' اس پر ان شاء اللہ اگلی قسط میں تفصیلی بات ہوگی۔

(جاری ہے)

انتقال پر ملال

محمد سلیم قمر ملتزم رفیق تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کی والدہ ماجدہ کا ۳۰ اپریل ۲۰۰۱ء قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا ہے۔ قارئین کرام سے ان کیلئے دعائے مغفرت و بلندی درجات کی درخواست ہے۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی رحمتک وحاسبھا حسابا یسیرا

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

religious groups are not monsters. Since different governing experiments have simply perpetuated backwardness, dependency and underdevelopment, Muslims, who are familiar with the legacy of their great civilization and achievements, blame their miserable conditions on the imitative Western models, which failed to liberate them. In such a situation, Islam is once more emerging as a guiding political ideology. Malakand is not the only case. All over Pakistan, many of the middle and lower class attracted to "political Islam" because the discredited ideologies are unable to deliver their basic needs such as jobs, housing and social services, repel foreign domination and break the dependency on the West. Experiencing difficult economic conditions due to unjust sanctions of different kinds and the resulting social dislocation and despair, Islam promises a renewed meaning and identity to growing number of Pakistanis. Having a weak support base, the government resorts to using force to maintain its hegemony. By using repression or deception, the people yearning for change get silenced for a while; but it further strengthens their resolve. The repressive measures are popularly considered as taken with the tacit support of the western governments, which further weakens the government's legitimacy in the eyes of the Islamic movements, who see them as willing tools of Western imperialism. The corrupt political environment further turns Islam into the only vehicle for articulating societal concerns, and the only medium of opposition. Repression is unable to put an end to these movements. As long as the western approach of keeping the nuclear Pakistan alive on death bed until the situation is ripe to make it, in Richard Nixon's words, a horrible example, ruling classes in Pakistan will have to resist and confront the opposition labelled as "Islamists." The religious groups or parties and their point of views are not as insignificant as presented or ignored by the media. The government has to accommodate religious sector's concerns. Interestingly, at a time when we prepare for a crackdown on religious institutions, President Bush began work toward a central goal of his "compassionate conservative" domestic program: the support of faith-based initiatives. David Cole suggested in his January 31 column in ***NY Times*** that churches, mosques and synagogues may constitutionally receive government aid in the form of tax exemptions and fire and police protection, and parochial schools may receive government-financed computers, textbooks and remedial education." Why should Islam be matter of shame or curse for us?

As the foreign support increases for the secular groups in Pakistan, Mona Charen writes in her March 22 column in ***Washington Times*** that Mr. Bush " is challenging the notion of church-state separation that has become gospel in modern America and embracing an older and truer understanding of the relationship between church and state." Linda Bowles explained the Bush administration moves as "the thrust to allow faith-based organizations to compete equally with secular organizations for government grants," which is "a bold challenge to the deeply entrenched system of religious apartheid in the United States" (***Washington Times*** March 06, 2001). Phil Baum, executive director of the American Jewish Congress, said he was deeply troubled. He argued, "What it does is interject religion in the affairs of government, and government into the affairs of religion." To describe a total contradictory policy of the US government, Elliott Abrams, former US Secretary of State, wrote in ***Los Angeles Times*** on January 6, 2001 that the US should not "allow China to smash religion." Which means, it is wise to return to religion in the US and strategic to support religious groups in China. But suppression of religion in Pakistan should be a top priority. Religion is presented to us as if it would interfere with our freedom as human beings, or would prevent us from doing what we think as right to do? In fact, Terrorism and violence are not the products of Islam. These are the results of our following the imposed policies and systems. Sharia is not an arbitrary imposition of a tyrannical Lord. Sharia is a universal moral law, valid in every time and place. It does not become good or evil as a result of an opinion poll or UN resolution. Islam and its laws are not a question of fashion or of what most people in "civilized" west are saying or doing. The once-prominent place of religion in society is gradually eroding with each new label that associates everything negative with Islam. Pakistanis of religious belief should not be bullied into believing that in all things related to the public good, religion is to remain off limits. Pakistan needs a major effort to give religion its actual role in our political life and judicial system. The "liberal democracy" must not be barring Islam from being a part of our systems. Pakistan is at a crossroads. Many of us have articulated concern about "Talibanisation" of Pakistan but at the same time many are becoming aware of the fundamental contribution that the practice of Islam can make to stabilizing and preserving the society. We must draw attention to the enormous and beneficial effects on society of the true induction of Islam in our government.

For the sake of the nation's future, it is time to redirect public policy so as to avoid further weakening of the Islamic institutions and way of life. Many of the long awaited goals can be attained through the practice of Islam. Taking a lesion from Malakand prelude, the government must think about the ways in which Islamic Sharia can be put into regular practice in a systematic manner, which is good for individuals, families, and the nation.

View Point

Prelude to an impending crisis.

Abid Ullah Jan

In the name of "civilising" the indigenous inhabitants in the colonies, the coloniser often resorted to cultural imperialism, that is, inducing a sense of shame in the colonised vis-à-vis their own culture. We witness shades of the same approach in the latest assault on our religious beliefs, institutions and symbols under the banner of "moderation," "liberal democracy" and "secularism". In the present age of remote control colonisation, we need to decolonise our imagination before effectively tackling issues like Tehrik Nifaz-e-Shariat Mohammadi (TNSM) in Malakand, which is a prelude to a wider crisis of the same sort across the country. Reading comments on the Malakand issue makes one feel that there is something paradoxical about "liberalism" of our "liberal" leaders and writers, who offer the most inspiring statements of human equality on one hand, and justifying colonial tactics to move us away from our roots with a clear consciousness, on the other. The "moderate" Muslims need to take a sustained critical look at their basic assumption that both generate, and prevent them from noticing and restraining their illiberal impulses with regard to Islam and the stand of TNSM leadership. In a myopic perspective, "liberals" would be happy with removing Quranic injunctions about Jihad from school curriculum. They would be happy for not conceding to the demands of TNSM since 1994. In a broader perspective, behind the scene are the neo- colonial forces busy in total swamping of religious identities in their quest for secular globalisation. The emerging world order, which has been termed metastate, is a terrifying possibility, widening the gulf between the Muslims and non-Muslims, crushing the formers' identity mercilessly. The government's inability to deal with the crisis in Malakand since 1994 is not because the popular demand for Sharia is illegitimate or Sharia is a killer bug, which if enforced would impose a tyrannical order of things and suffocate every one in Malakand Division to death. Successive governments have been reluctant and couldn't move in decisively because of the outside propaganda that gets louder by the day. The March 4, 1995 edition of ***Economist***, for instance, blared: "Why Islam is turning violent in Pakistan," ignoring the fact that Islam doesn't turn violent, but the people with other motives or genuine grievances certainly do. The story further noted: "Liberal Pakistanis are frightened and bewildered by the things going on in a country that once regarded itself as a moderate Muslim nation." Again, without looking into the motives of propaganda, we quickly fit ourselves into "liberal" or "conservative" category of Islam. At a time when our "liberal" elites are glamorising secularism and confusing Islam, not only the poor and marginalized communities in Malakand look forward to survival in returning to Islam, but most of us in Pakistan are heading in the same direction. The ***Economist*** admits that when "politics is steeped in immorality, Islam offers a moral alternative to godless government, and a vocabulary that allows people to express their frustration at their government's failure to deliver." It is thus wrong to assume that pro-Sharia sentiments are radicalising the situation or some elements interested in Pro-Punjab tourism are exploiting the situation. The root cause is that the system of governance in Pakistan has miserably failed. A closer look at the history of the Muslims countries shows clearly that the Islamic awakening has never flourished or borne fruit unless public participation, sovereignty and independence have withered and become barren. Such puppet regimes imposed imported isms on their peoples by force. Under the banner of Islam, the suffering masses would see their survival only in standing firm against totalitarian rule, political despotism and usurpation of people's rights. Ironically, despite the imposition of strict Sharia, the opposition forces in Saudi Arabia, are being labelled in the western press as "Islamic fundamentalists." Like Western propagandists, many of us have started to associate the Malakand phenomenon to the rise of the Taliban in Afghanistan. Jennifer Griffin wrote in her column in ***US News and World Report*** (Feb 17, 1997) that "the triumph of the Afghan Taliban has inspired and emboldened Pakistan's own radical movements to impose a like brand of primitive Islam." There is no primitive and modern Islam. However, if Islam of the times of Prophet Mohammed (PBUH) is considered as primitive, can anyone answer: Was it anti-freedom? Was it anti-women? Was it anti-human rights? What elements did make it primitive or extremist? Long before the present governments' crackdown on religious institutions and school curriculum, the ***US News and World Report*** pushed the idea in 1997 that "most Pakistanis say they want the government to crack down on the extremist groups, the awkward fact remains that they are a monster Pakistan itself created." We need to clarify that

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 16
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆دعوت و اقامت دین کی جدوجہد میں عورتوں کا حصہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

☆لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ سے کیا مراد ہے؟ ☆تنظیم اسلامی اخلاق کی بہتری کے لئے کیا کر رہی ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: آج کے دور میں خواتین کے لئے میکرو (بڑی) سنت کا اتباع کس صورت ہو سکتا ہے؟

ج: میری کتاب ''خواتین کے فرائض دینی کا تصور'' میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ عورتوں کے دینی فرائض وہی ہیں جو مردوں کے ہیں البتہ ان میں تھوڑا سا فرق ہو گا مثلاً نماز فرض ہے لیکن مرد کے لئے مسجد میں جا کر پڑھنا بہت افضل ہے اور عورت کے لئے اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اسی طرح سے اگرچہ حج بھی فرض ہے تو عورت کے لئے حکم ہے کہ وہ کسی محرم کے بغیر نہیں جا سکتی' لیکن مرد پر ظاہر بات ہے ایسی کوئی پابندی نہیں۔

دعوت و اقامت دین کی جدوجہد میں عورت کا حصہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے مردوں کو اس کام کے لئے آمادہ کریں' اپنے بچوں میں ارادہ پیدا کریں اور اپنے والدین اور بھائیوں کو اقامت دین کا کام کرنے کے لئے تیار کریں۔ اقامت دین کی جدوجہد میں اس طرح عورتوں کا بھی ایک بالواسطہ حصہ ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ وہ اس کام کے لئے جتنا انفاق مال کر سکتی ہیں' اپنے خرچ اور ضروریات کو کم کر کے انفاق مال ضرور کریں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سب سے بڑا کام یہی تھا کہ انہوں نے اپنی ساری دولت حضور ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دی تھی۔ باقی یہ کہ دعوت دے کر مار کھانے والی بات ان کی ہوئی ہی نہیں۔ ظاہر بات ہے انہیں کوئی کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ کنیز یا غلام تو نہیں تھیں وہ تو بڑی متمول اور صاحب عزت خاتون تھیں لیکن جس طرح انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت اور دلجوئی کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے آپ ﷺ کو ہمیشہ سہارا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا کا جس سال انتقال ہوا اس سال کو حضور ﷺ نے عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا تھا۔

س: ''لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ'' سے کیا مراد ہے؟

ج: لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو زبردستی مسلمان نہیں کیا جائے گا (اور نہ آج تک کیا گیا ہے) البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اسلام پر عمل کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً مسلمان ہے تو اسے نماز پڑھنا ہو گی۔ اگر کوئی مسلمان نماز نہیں پڑھتا تو وہ گویا اسلام کو بدنام کر رہا ہے۔ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔ اسی طرح مسلمان کو روزہ لازماً رکھنا چاہئے' یا اگر کسی وجہ سے نہیں رکھا ہے تو کم سے کم باہر نکل کر کھا نہیں سکتے۔ یہ جبر صرف مسلمان پر ہے' کسی عیسائی' یہودی یا ہندو پر نہیں۔

واضح رہے کہ اسلام میں زبردستی تو کسی کو مسلمان نہیں کیا جا سکتا البتہ اگر مسلمانوں کے اندر طاقت ہو تو وہ غیر اسلامی نظام کو ہرگز باقی نہیں رہنے دیں گے۔ انفرادی طور پر تو اسلامی ریاست میں کوئی غیر مسلم کی حیثیت سے رہ سکتا ہے لیکن اجتماعی طور پر دین اللہ کا ہی غالب ہو گا۔ دین کے معاملے میں اس اعتبار سے تو ہم جبر ضرور کریں گے' یعنی طاقت کے ذریعے غلط نظام کا غلبہ ختم کر کے دین حق کو غالب کر دیں گے۔ یاد رہے کہ دین کی مغلوبیت کے دور میں دین حق کو غالب کرنے کی جدوجہد کرنا مسلمانوں پر فرض عین ہے۔

س: یہودی اگر اتنے ہوشیار ہیں کہ انہوں نے عیسائیت میں پروٹسٹنٹ مذہب کے قیام میں مدد کر کے پہلے سودی سسٹم رائج کیا' پھر یورپ اور امریکہ کی اقتصادیات پر قابو پایا اور مسلمانوں میں شیعہ سنی کا فرقہ کھڑا کیا' تو بقائے اصلح (Survival of the fittest) کے اصول کے تحت تو وہی باقی رہنے کے حقدار ہیں۔ اس بارے میں اپنے خیالات سے مستفید فرمائیں۔

ج: تاریخ انسانی میں یہودیوں کے علاوہ کوئی اور قوم ایسی نہیں ہے جس پر اتنے برے دن اتنی مرتبہ آئے ہوں اور پھر بھی اس قوم نے اپنے آپ کو زندہ رکھا ہوا ہو۔ یہودیوں میں سختیاں جھیلنے کی صلاحیت اور زندہ رہنے کی امنگ بہت زیادہ ہے۔ بخت نصر نے انہیں ایسا برباد کیا تھا کہ کوئی اور قوم ہوتی تو اٹھ نہیں سکتی تھی لیکن یہ دو سو برس کے اندر اندر دوبارہ کھڑے ہو گئے۔ جرمنوں نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا وہ سب کے سامنے ہے۔ ہٹلر نے ساٹھ لاکھ یہودی قتل کئے تھے۔ لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ یہودی' جرمن حکومت سے تاوان وصول کر رہے ہیں۔ یہودی آج جرمنوں سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے ہمارے ساتھ ظلم کیا' تم ہمیں اس کا تاوان دو۔ تم نے ہمارا اتنا سونا لوٹ لیا تھا' وہ سونا واپس کرو اور اس پر اتنے عرصے کا سود بھی ادا کرو۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جرمن یہ سب کچھ ہاتھ جوڑ کر ادا کر رہے ہیں۔

دینی اعتبار سے مردود قوم ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے اپنے بس پڑتے سولی پر چڑھایا اور حضور ﷺ کا انکار کیا۔ وہ اپنے جرائم کی پاداش میں اسی طرح عذابِ ہلاکت کے مستحق ہو چکے ہیں جیسا کہ اس سے قبل قوم نوح' قوم ہود اور قوم صالح اللہ کے قانون عذاب کی زد میں آئی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو تھوڑی سی رعایت دے دی ہے' وہ شاید اس لئے کہ امت مسلمہ (امت محمدؐ) کے اصل نیوکلیئس یعنی عالم عرب پر اللہ کا ایک سخت عذاب ان کے ہاتھوں آئے گا اور پھر اس کے بعد یہ یہودی بالکل ختم کر دیئے جائیں گے۔

س: ایک فرد کسی قوم یا جماعت کا نمائندہ ہوتا ہے جو اپنے اخلاق سے اس کی نیک نامی یا بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ تنظیم اسلامی اخلاق کی بہتری کے لئے کیا کر رہی ہے؟

ج: ہمارے نزدیک اخلاق کی بہتری کا صحیح ذریعہ یہی ہے کہ قرآن پڑھا جائے' سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ قرآن کی بدولت حاصل ہونے والے نور ایمانی کے نتیجے میں نفس کا تزکیہ اس طور سے ہوتا ہے کہ تمام رزائل اخلاق پت جھڑ کے پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ تنظیم اسلامی میں بھی دعوت و تربیت کا عمل دراصل قرآن مجید کے گرد ہی گھومتا ہے۔

(مرتب: انور کمال میو)

★ ★